



سویت یونین میں مذہب

حقائق کے آئینے میں



5967
1972

141092

مجلسہ عقوتہ بہتہ ناشر محفوظ



سوویت یونین میں مذہب

نام کتاب

ضیاء الدین

ٹائٹل و تزئین

عوامی پبلی کیشنز کراچی

ناشر

احباب پرنٹرز

پرنٹر

19 روپے

قیمت



فہرست



- | | | |
|-----|---|---|
| ۹ | تعارف | ❖ |
| ۱۳ | سوویت معاشرے میں مذہب اور چرچ | ❖ |
| ۲۳ | سیکولر ازم اور سوشلزم کا روحانی تمدن | ❖ |
| ۵۳ | روسی آرٹھوڈوکس چرچ | ❖ |
| ۷۷ | عقیدہ قدیم - اس کا ماضی اور حال | ❖ |
| ۹۲ | سوویت یونین میں اسلام | ❖ |
| ۱۱۵ | کیونسٹ دشمنی اور سیاست کی رجعت پسندانہ فطرت | ❖ |
| ۱۲۷ | پادریوں کا ہتھیار - جدید خرافات | ❖ |
| ۱۲۳ | سامراجیت اور مذہبی نظریات | ❖ |



تعارف



ہماری اس کتاب کا مقصد بیرون ملک قارئین کے سامنے سوویت معاشرے میں مذہب کی صورت حال کی صحیح تصویر پیش کرنا ہے۔ دستاویزی حقائق پر انحصار کرتے ہوئے ترکاؤں مضامین بتلاتے ہیں کہ سوویت شہریوں کو وہ سچی آزادی ضمیر حاصل ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔ وہ سائنسی نظریے کی ماہیت پیش کرتے اور مختلف مذہبی ایسوسی ایشنوں کی سرگرمی کا سڑے کرتے ہیں۔

نظریاتی جدوجہد کے دوران بورژوازی اور ملائیت کے پروپیگنڈا نے مختلف کہانیاں پھیلانیں جو سوویت مذہبی افراد کو دی جانے والی اذیتوں ان کے حقوق پر ڈاکہ مارنے مذہب کے جبراً خاتمے اور سوویت یونین میں ریاستی مذہب "کاینج بونے پر مبنی تھیں۔ یہ درست نہیں ہے سوویت دستور کی سختی سے تعمیل کرتے ہوئے ہمارے ملک کے ہر شہری کو کسی بھی مذہب کو ماننے یا نہ ماننے اور مذہبی عبادت کرنے کا حق حاصل ہے۔ مذہبی بنیادوں پر منافرت پھیلانے یا دشمنی پر اکسانے کی ممانعت ہے۔" (آرٹیکل ۵۲) ہمارے ملک میں کسی بھی ریاستی مذہب پر عمل نہیں کیا جاتا سیکولر نظریات کی ترویج کا مقصد فرد میں دنیا کے متعلق سائنسی نقطہ نگاہ اور زندگی کے متعلق تعمیری رویہ پیدا کرنا ہے مذہب کو تسلیم کرنے والوں کے مذہبی جذبات کی توہین اور مذہبی ایسوسی ایشنوں پر سرکاری



دباؤ ڈالنے کا سیکولر ازم ————— سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ اس سے ایک بالکل جدا چیز ہے۔ اس قسم کی تمام کارروائیاں مارکس اور لینن کے مذہبی رسائی کے اصولوں کے منافی اور سوشلسٹ ریاست کے دستور کی خلاف ورزی کرتی ہیں جو آزادی ضمیر کی ضمانت دیتا ہے۔

سیکولر تعلیم مذہب کو تسلیم کرنے والوں کے خلاف نہیں ہے بلکہ ان کے شعور کو دنیا کے تصوراتی ادراک سے نجات اور ان اصولوں کو ذہن نشین کراتی ہے جو ان کی سماجی سرگرمی میں اضافہ کر سکے۔

مارکسٹ ہمیشہ سے آزادی ضمیر کے سب سے زیادہ با اصول حامی رہے ہیں لینن نے اس بات پر زور دیا کہ کمیونسٹ پارٹی مکمل آزادی ضمیر کے لئے لڑ رہی ہے اور مذہبی معاملات میں کسی بھی سچے اعتقاد کی مکمل قدر کرتی ہے بشرطیکہ اس اعتقاد پر جبراً یاد ہو کہ وہی سے عمل درآمد نہ کروایا جائے“ (وی۔ آئی۔ لینن، مجموعہ مضامین ماسکو، جلد ۱۲ صفحہ ۲۹۶)

سوویت یونین میں قانون کی نظر میں مذہبی اور سیکولر افراد دونوں مساوی ہیں دونوں کے مساوی حقوق اور ذمہ داریاں ہیں کسی بھی دستاویز سے چاہے وہ پاسپورٹ ہو یا کوئی سوانامہ کردار کا حوالہ ہو یا شناختی کارڈ یا پیدائشی سرٹیفکیٹ کسی سے بھی مذہب کا اظہار نہیں ہوتا۔ مذہبی افراد کی غالب اکثریت غیر مذہبی افراد کے ساتھ ملکر کمیونسٹ سوشلسٹ کی نشوونما میں حصہ لیتی ہے اور ان کی مزدوروں سے متعلقہ کامیابیاں انہیں بڑے بڑے سرکاری انعامات کا مستحق ٹھہراتی ہے۔ امن، جمہوریت اور سوشلزم کے لئے کوششوں میں مارکسٹ اور مذہبی افراد کی یک جہتی سوویت ریاست اور کمیونسٹ پارٹی کی پالیسی کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ سوویت یونین میں نہ تو کوئی مذہب کا پیروکار اور نہ ہی کوئی غیر مذہبی فرد اپنے عقیدے کی بنیاد پر کسی مراعات کا حامل ہے اور یہ بات سوشلسٹ نظام کے



سماجی انصاف، جمہوری مزاج اور تمام قوم کے کردار کی آئینہ دار ہے۔
 بلاشبہ مضامین کا صرف ایک مجموعہ سوویت یونین میں مذہب کی حیثیت چرچ اور مذہبی
 پیروکاروں سے متعلقہ تمام سوالات کا مکمل تصور پیش نہیں کر سکتا اور جو مضامین موجودہ
 کتاب میں شامل نہیں ہیں ان پر سوویت یونین میں مذہبی مطالعہ کے سلسلے کی دوسری کتاب
 میں بحث کی جائے گی تاہم زیر نظر مجموعے سے سوویت یونین کی سب سے بڑی مذہبی ایسوسی ایشن
 روسی آرٹھوڈوکس چرچ اور کئی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ چرچوں اور ملک میں مذہب اسلام
 کے بارے میں ایک رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں سوویت یونین میں
 مذہب کی حیثیت سے متعلق لورڈوائی اور ملائیت کی غلط بیانیوں کی بنیادی تکنیک بھی بتلائی
 گئی ہے۔

موجودہ مجموعے کے مضمون نگاروں میں مشہور سوویت باہر مذہبیات شامل ہیں جو
 مذہب اور سیکولر ازم پر اپنی کتابوں کی وجہ سے مشہور ہیں یہاں پر بحث کئے جانے والے
 ہر مسئلے کے متعلق قاری یہاں پر دی جانے والی سوویت مصنفین کی سب سے اہم کتابوں کی
 فہرست کے مطالعے کے ذریعے مزید معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اس سے اسے مذہبی
 تعلقات کے میدان میں — مارکسٹ اور لینن کے اصولوں کی زیادہ عمیق اور وسیع
 معلومات حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔



سوویت معاشرے میں مذہب اور چرچ



آزادی ضمیر سوویت عوام کا ایک ناقابل انتقال حق ہے یہ بات سوویت دستور میں وضاحت سے بیان کی گئی ہے اور سوشلسٹ جمہوریت کی کامیابیوں کی آئینہ دار ہے اور باشندوں کی وسیع آزادیوں اور حقوق کی وضاحت کرتی ہے۔ اس میں مضمّن آزادی ضمیر کے اصول اس کی انسانیت کا واضح ثبوت ہیں۔

دستور کا آرٹیکل ۵۲ کہتا ہے ”سوویت یونین کے شہریوں کو آزادی ضمیر کی آزادی دی جاتی ہے یعنی کسی مذہب کو قبول کرنے یا نہ کرنے اور مذہبی عبادت کی آزادی ہے مگر مذہبی بنیادوں پر منافرت یا دشمنی پر کسانے کی ممانعت ہے۔“

سوویت یونین میں چرچ کو مملکت سے اور اسکول کو چرچ سے الگ کیا جاتا ہے۔

سوویت یونین کا موجودہ دستور جو ۱۹۷۷ء میں نافذ کیا گیا سابقہ سوویت دساتیر کے تسلسل میں ان میں نافذ کردہ آزادی ضمیر کے اصول کو نہ صرف کاملاً برقرار رکھتے ہوئے اس کو مزید فروغ دیتے ہوئے اور مزید عمیق کرتے ہوئے مرتب کیا گیا۔ آزادی ضمیر سے متعلق ۱۹۷۷ء کے دستور کے آرٹیکل کی نئی خصوصیت اس کا یہ بیان ہے ”منافرت اور دشمنی کو مذہبی بنیادوں پر سہوا دینے کی ممانعت ہے۔“



ٹھوس یا مادی لحاظ سے اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟
 پہلے تو اس کا مقصد کسی فرد کے مذہب سے متعلق اس کے رجحانات سے قطع نظر
 اس کے حقوق کی حفاظت ہے سوویت یونین میں مذہبی پیروکار اور منکرین قانون کی نظر
 میں مساوی ہیں اور دونوں ایک نئی سوسائٹی کے معمار ہیں۔

دستور کا آرٹیکل ۳۴ کہتا ہے۔

”سوویت یونین کے شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں بلا تفریق اصل سماجی یا مالی
 حیثیت، نسل یا قومیت، جنس، تعلیم، زبان یا مذہبی رجحان۔“

سوویت یونین کے شہریوں کو مساوی حقوق کی ضمانت، اقتصادی، سیاسی، سماجی
 اور ثقافتی زندگی کے تمام میدانوں میں دی جاتی ہے۔ لہذا اس کی تعمیل میں ایک جانب
 مذہبی پیروکاروں کے حقوق کو پامال کرنے یا ان کی ہتک کرنے یا ان کے مذہبی جذبات کی توہین
 کرنے کی اجازت نہیں ہے تو دوسری جانب مذہبی نظریات کے حامیوں کی جانب سے سیکولر
 نظریات رکھنے والوں کے خلاف معاندانہ رویے رکھنے کی بنا پر انہیں تحفظ فراہم کیا
 جاتا ہے۔

دوئم، مذہبی بنیادوں پر دشمنی اور منافرت کی ممانعت کے بیان کا رخ کسی بھی
 قسم کے سماج دشمن اظہار کی جانب بھی ہے جو مذہب کے بھیس میں ہو اور سوشلسٹ سوسائٹی
 کے امن و امان کے خلاف مخالفانہ رویے پر اکسانے کے خلاف بھی ہے۔ دستور اس بات
 پر زور دیتا ہے کہ بشمول مذہبی پیروکاروں کے سوویت یونین کے تمام شہریوں کا سب سے
 اہم فرض سوویت قوانین کی تعمیل اور ہماری مملکت اور سوسائٹی میں نافذ قانونی ضابطوں کی
 پابندی ہے۔ دستور کا آرٹیکل ۳۹، مثال کے طور پر کہتا ہے کہ شہریوں کا ان کے حقوق اور
 آزادیوں کا استعمال (بشمول آزادی ضمیر رکھنے کا حق) مملکت یا سوسائٹی کے مفادات کے
 خلاف نہیں ہونا چاہیے۔



سوئم، مندرجہ بالا بیان کے ذریعہ ہی یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ مختلف مذہبی رجحانات کے حامل افراد کے درمیان دشمنی پر اکسانا ممنوع ہے۔ سوویت حکومت نے ابتداء سے ہی قانون کی نظروں میں تمام مذاہب کی مساوات کا اعلان کیا تھا اس نے مصمم طور پر بعض مذاہب کو حاصل مراعات اور دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے کا خاتمہ کر دیا تھا۔ کئی مغربی ممالک کے برخلاف جہاں سامراجی رجعت پسند مولویوں کے ساتھ مل کر بین المذہبی اختلاف کو ہر ممکنہ طریقے پر ہوا دے رہے ہیں تاکہ محنت کش افراد کی توجہ طبقاتی جدوجہد اور آزادی کے لئے ان کی جنگ سے ہٹائی جائے۔ (اس سلسلے میں اُلسٹرا، لبنان، برصغیر پاک و ہند میں ہونے والے واقعات کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔)

سوویت دستور کے تحت مذہبی بنیادوں پر دشمنی اور منافرت پر اکسانے کی نعت سے سوشلسٹ طریقہ زندگی کے انسانی اصولوں کا واضح طور پر اظہار ہوتا ہے۔ لہذا سوویت دستور کے آرٹیکل ۳۲ اور ۳۹ مارکسی اور لینن کے آزادی ضمیر کے مفہوم کے بنیادی عناصر کا پورے طور پر اظہار کرتے ہیں۔

- کسی بھی مذہب کو تسلیم کرنے اور مذہبی عبادت کرنے کا حق۔
- کسی بھی مذہب کو تسلیم نہ کرنے اور سیکولر نظریات کے پروپیگنڈا کا حق۔
- مذہبی رجحانات کا لحاظ رکھے بغیر تمام شہریوں کی مساوات۔
- قانون کی نظر میں تمام مذاہب کا مساوی حق۔
- کسی مذہب کے جبراً قبول کرنے یا نہ کرنے سے آزادی۔
- مملکت، سوسائٹی یا دوسرے شہریوں کے خلاف مذہب کے استعمال کی ممانعت۔
- چرچ کے اندرونی (عبادات کے یا شرعی) معاملات میں حکومت کی عدم مداخلت۔
- حکومت کے معاملات میں چرچ کی عدم مداخلت۔

ان تمام اصولوں کا منصفانہ اور جمہوری کردار واضح ہے ان سے آزادی ضمیر کے

مسئلے کو کلاماً سمجھنے کی سائنسی پہنچ کے ان بنیادی اصولوں کا اظہار ہوتا ہے کہ جن کے سوشلسٹ جمہوریت کے تمام پہلوؤں سے مذہبی یا غیر مذہبی شہریوں کے مساوی حقوق سے لیکر کسی بھی مذہب کو قبول کرنے یا دنیا کے متعلق سیکولر نظریہ رکھنے کے حق اور سیکولر پروپیگنڈا کرنے کے حق تک نہ ٹوٹنے والے رشتے ہیں ان قوانین پر ٹھوس عملدرآمد ہی صرف حقیقی آزادی ضمیر کی اور فرد کی مذہب کو تسلیم کرنے کی آزادی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔



گو کہ سوویت یونین میں چرچ مملکت سے الگ ہے تاہم چرچ اور مملکت کے درمیان تعلقات کو باقاعدہ بنانے سے متعلق قوانین موجود ہیں یہ فطری بات ہے کیونکہ چرچ اپنی سرگرمیاں سوسائٹی میں جاری رکھتا ہے اور جیسا کہ لینن نے کہا ہے ”کوئی بھی شخص سوسائٹی میں رہتے ہوئے سوسائٹی سے الگ نہیں رہ سکتا۔“ صرف بہت زیادہ رجعت پسند چرچ کے افراد سامراجی پروپیگنڈے کے ساتھ مل کر اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ سوویت یونین میں مذہبی انجمنوں اور ان کے افراد کو ان کی ہر قسم کی مرضی کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ وہ مملکت اور چرچ کے درمیان تعلقات کی باضابطگی کو لازمی تصور کرتے تھے کہ جس کا مقصد ان کے الزام کے مطابق مذہب کو ختم کرنا تھا۔ یہ سراسر ہرزہ سرائی تھی ہمارے ملک کی آبادی مذہبی اور غیر مذہبی دونوں پر مشتمل ہے اور سوویت مملکت نے کبھی بھی سوسائٹی کو جبراً سیکولر بنانے کی پالیسی اختیار نہیں کی۔ اس کے برعکس سوویت حکومت تمام شہریوں کے مفادات کی یکساں حفاظت کرنے کو اپنا ایک مقدس فریضہ سمجھتی ہے۔

سوویت مملکت اس کے شہریوں کو کسی بھی مذہب کو قبول کرنے کا موقع دیتی ہے بشرطیکہ وہ مخصوص مذہبی عقائد قانون کی خلاف ورزی نہ کرتے ہوں دوسرے شہریوں کے حقوق کو پامال نہ کرتے ہوں یا لوگوں کی صحت پر اثر انداز نہ ہوتے ہوں۔



مذہبی تنظیموں کی حیثیت کا تعین کرنے والے قوانین تمام ملکوں میں وضع کئے جاتے ہیں مثلاً بلجیم کے دستور کا آرٹیکل ۳۱ کہتا ہے کہ مذہبی عبادات کی اور مذہبی رسومات ادا کرنے کی آزادی کی ضمانت اس شرط پر دی جاتی ہے کہ ان آزادیوں کو استعمال کرتے وقت قانون کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔ جاپان کا دستور مذہبی عبادت کی آزادی کی اجازت ان حدود کے اندر دیتا ہے جو ملکی نظم و ضبط اور افراد کے فرائض کے مطابق ہوں (آرٹیکل ۲۸) سوئس دستور صاف طور پر شرط عائد کرتا ہے کہ شہری اور سیاسی حقوق پر کسی بھی طرح مذہبی نوعیت کے حالات یا معیار کے مطابق پابندیاں عائد نہیں کی جائیں گی۔ مذہبی عقائد کسی بھی شخص کو شہری فرائض سے مبرا قرار نہیں دیتے۔ مزید برآں مذہبی حقوق کو آزادی سے استعمال کرنے کی اس وقت تک اجازت ہے جب تک وہ عوامی نظم و نسق اور مناسب اخلاقی ذمہ داریوں پر اثر انداز نہیں ہوتے (آرٹیکل ۲۹، ۵۰)۔

حتیٰ کہ کیتھولک چرچ نے بھی جو صدیوں سے اپنے قوانین کو اعلیٰ ترین درجے کے حامل قرار دیتا ہے، ڈینکن میں اپنی کونسل میں مذہبی آزادی پر ایک اعلان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ مذہبی تنظیموں اور ایمان لانے والوں کو قانونی اداروں کا حکم ماننا چاہیے۔ عوامی نظم و ضبط کے جائز تقاضوں کو رد نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ مذہبی سوسائٹی کو اپنے آپ کو ان برائیوں سے محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے جو مذہبی آزادی کے بہانے جنم لیں۔ مذہبی عقائد پر سوویت دستور میں آزادی ضمیر کی یقین دہانی سے متعلق قانونی شقیں شامل ہیں اس میں سوویت یونین میں مذہب کی حیثیت مذہبی انجمنوں کے قیام سے متعلق ضابطے اور چرچ اور سوویت مملکت کے تعلقات کی وضاحت کی گئی ہے۔

سوویت دستور میں شامل مذہبی ملک کے بنیادی اصول اخلاق کا مذہب سے متعلق قومی اور جمہوری قانونی ایکٹ میں ٹھوس اظہار کیا گیا ہے ان میں ایک اہم دستاویز مذہبی انجمنوں پر آل یونین سینٹرل ایگزیکٹو کمیٹی اور پیپلز کمیٹی آف یو ایس ایس آر کی کونسل کا



۱۸ اپریل ۱۹۲۹ء کا حکم ہے جس میں سپریم سوویت آف رشین فیڈریشن کے پریزیڈنٹ کے ۲۳ جون ۱۹۴۵ء کے حکم کے ذریعہ متعارف کردہ ترمیمات اور مشتملات بھی ہیں۔

مذہبی عقائد سے متعلقہ قانون ان ضمانتوں کی صاف طور پر وضاحت کرتا ہے جو آزادی مذہب اور مذہبی عقیدہ کی آزادی کی یقین دہانی کرتا ہے۔ اس میں یہ خیال مضمون ہے کہ ہمارے ملک میں تمام مذاہب اور مذہبی رجحانات پر (جو کہ تقریباً ۳۰ ہیں) مساوی لوازمات کا اطلاق ہوتا ہے۔ قانون کی نظر میں تمام عقائد مساوی ہیں ان میں سے کسی کو بھی مملکت کی جانب سے کوئی فائدے اور مراعات حاصل نہیں ہیں سرکاری ادارے چرچ کے داخلی معاملات (ادائیگی عبادات) میں مداخلت نہیں کرتے اور چرچ حکومت کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتا یہی آزادی ضمیر کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

دستور کے بعض آرٹیکلز مذہبی عقائد سے متعلقہ دستور پر عملدرآمد کرنے کے لئے مرکزیت کے اصول پر زور دیتے ہیں۔ اہم شقوں میں سے ایک شق یہ ہے کہ مذہبی انجمنوں کے رجسٹر کرنے یا انہیں کالعدم قرار دینے سے متعلقہ مسائل اور چرچوں کو کھولنے اور بند کرنے سے متعلقہ مسائل کو حکومت کے علاقائی ادارے حل نہیں کریں گے جیسا کہ ۱۹۴۵ء سے پہلے ہوا کرتا تھا بلکہ قومی ادارہ یعنی یو ایس ایس آر کونسل آف منسٹرز کے تحت مذہبی امور کی کونسل حل کرے گی۔ یہ کونسل اس بات کی جانچ کرنے کی بھی مجاز ہے کہ مذہبی عقائد کے دستور کا مرکزی اور علاقائی ادارے اور افسران دہشت اطلاق کر رہے ہیں اسے مذہب اور چرچ سے متعلقہ امور پر وزارتوں، شعبہ جات اور دوسرے اداروں کو مشورے دینے کا حق اور کئی دوسرے حقوق بھی حاصل ہیں۔

سوویت قانون مذہبی ضروریات کو مشترکہ طور پر پورا کرنے کے لئے ان مذہبی افراد کو جو ۸ سال کی عمر کے ہو چکے ہیں اپنی تعداد کے مطابق مذہبی انجمنیں یا گروپ بنانے کا حق بھی دیتا ہے۔ کم از کم بیس آدمی مذہبی انجمن قائم کر سکتے ہیں جبکہ اس سے کم افراد



گروپ بنا سکتے ہیں۔

مذہبی انجمنیں اور مذہبی گروپ دونوں صرف اسی وقت اپنی سرگرمیاں شروع کر سکتے ہیں جب وہ حکومت کے مجاز اداروں سے مقررہ احکامات کے مطابق رجسٹریشن کروا چکے ہوں۔

اس رجسٹریشن کا مقصد کیا ہے؟ درحقیقت رجسٹریشن کا مطلب یہ ہے کہ مذہبی انجمن دستور کی پابندی کرنے کی ذمہ داری لیتی ہے اور ساتھ ہی اسے آزادی ضمیر کی ضمانت دینے والے قوانین کا تحفظ حاصل ہو جاتا ہے لہذا مذہبی انجمنوں کا رجسٹریشن خود مذہبی افراد کے مکمل مفاد میں ہے۔

کسی مذہبی انجمن کے قیام کا ایک اہم اصول رضا کارانہ پن ہے برشہری صرف اپنی آزادانہ رائے کے مطابق کسی مذہبی انجمن میں شامل ہو سکتا یا اسے ترک کر سکتا ہے۔

وہ خدا پرست جو قانونی احکامات کے مطابق ایک مذہبی انجمن بنا چکے ہیں رسوائی یا گروپ) انہیں مذہبی عبادات و رسومات مشترکہ طور پر ادا کرنے اور عبادات سے متعلقہ میٹنگیں کرنے اور تہوار منانے کا حق حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے پادری کو منتخب کر سکتے یا اسے دعوت دے سکتے ہیں اپنی عبادت گاہ اور مذہبی جائیداد کو استعمال اور اس کا انتظام کر سکتے ہیں اپنی عبادت گاہ، مذہبی جائیداد اور پادریوں کی دیکھ بھال کے لئے عبادت گاہ میں رضا کارانہ طور پر دیتے بلانے والے عطیات قبول کر سکتے ہیں اور اجتماع کی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تمام اقسام کے اخراجات کر سکتے ہیں۔

کسی مذہبی انجمن اس کی جائیداد اور رقم سے متعلقہ امور کے انتظام کے لئے اور نمائندگی کے مقصد کے لئے بھی وہ خدا پرست جنہوں نے مذہبی انجمن قائم کر لی ہے ایک جنرل میٹنگ میں اپنے درمیان سے ایک مجلس عاملہ اور ایک ایڈمنسٹریشن کا انتخاب کرتے ہیں۔



آزادی ضمیر کی یقین دہانی کی ٹھوس ضمانت اس امر سے ملتی ہے کہ اس ملک میں حکومت کی ملکیت میں سے عبادت گاہوں اور مذہبی جائیدادوں کو مقامی سرکاری اداروں اور چرچ کی سوسائٹی کے درمیان طے پانے والے معاہدے کے تحت مذہبی انجمنوں کو مفت استعمال کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی انجمنوں اور مراکز کو جائیداد کرائے پر دینے، تعمیر کرنے اور اپنی ضرورت کے مطابق خریدنے کا حق بھی دیا جاتا ہے۔

حکومت کی جانب سے مذہبی انجمنوں کے حوالے کی جانے والی کئی ہزار عمارتوں میں سینکڑوں بیش بہا تاریخی و تعمیراتی یادگاریں شامل ہیں یہی ایک حقیقت تہنا بورژوائی پروپیگنڈے کی ان تہمت تراشیوں کو جھٹلانے کے لئے کافی ہے کہ صرف سب سے چھوٹے چرچ ہی خدا پرستوں کو دستیاب ہیں۔

روسی قومی غیر معمولی تعمیراتی کارناموں میں سے ایک ولاڈی میر کے شہر میں دی کیتھڈرل آف دی ایسمیشن ہے جو ۸۰۰ سال سے زیادہ عرصہ قبل تعمیر کیا گیا تھا اور اپنے زمانے میں اسے ایک ”بے نظیر عجوبہ“، ”سیلمان کا نیا قلعہ“ جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ آج بھی ۸۰۰ سال قبل کی طرح یہ کیتھڈرل مذہبی عبادت اور چرچ کی رسومات کی ادائیگی کا مرکز ہے اس کیتھڈرل میں قدیم نقاشیوں کو بحال کرنے کا کام جاری ہے جن میں عظیم روسی مصوروں آندرے روبیوف اور دانیال چورنی کے دیواری نقوش شامل ہیں۔

مذہبی انجمنوں کے تصرف میں روسی طرز تعمیر کی ایسی عظیم الشان تاریخی یادگاریں ہیں جیسے سینٹ سر جینس کی تیلشی خانقاہوں کے ساتھ اس کے قدیم کیتھڈرل دی ٹرنیٹی (۱۳۲۲-۱۳۲۳) دی ایسمیشن (۱۵۵۴-۱۵۸۵) روح القدس کا چرچ (۱۵۵۹-۱۵۸۵) ریفریکٹری چرچ اور دوسری عمارت سمولینسک کا کیتھڈرل آف ایسمیشن (۱۶۷۰-۱۶۷۱) ایلپس کا کیتھڈرل آف ایلمنشن اور کئی دوسرے۔

صرف ماسکو ہی میں مذہب پرستوں کے تصرف میں منفرد یادگاریں ہیں۔



مثلاً ۱۶ویں صدی کے یادگاریں :- ڈونسکوائی خانقاہ میں اولڈ لٹیل

کیتھڈرل، میدوید کوواہیں - THE CHURCH OF THE INTER-
SESSION OF THE VIRGIN

مثلاً ۱۷ویں صدی کے یادگاریں :- پریسنیا پر جون دی پیکر لیسر کا چرچ ،
خاموفینسکی میں سینٹ نکولاس کا چرچ، نووودیوچی کانونٹ میں ڈورمیشن کا چرچ ایسیوئیوئی
کے گاؤں میں ورجن آف تنوینو کا چرچ لٹچیخوف ہل پر چرچ آف دی انٹرسیشن آف
دی ورجن کالومینسکی محل کے علاقے میں چرچ آف دی ورجن آف کازان، اسپینسکی
درازیخ میں چرچ آف دی ریٹارکیشن۔

۱۸ویں صدی کا سینٹ نکولاس کا چرچ جو سینٹ نکولاس ایڈینویری میں ہے دہم
مذہب پرست پرانے عقیدہ پرستوں کا ایک فرقہ جس کی سرکاری آرٹھوڈوکس چرچ کے
ساتھ ۱۸۰۰ء میں انتظامات کے معاملے میں صلح ہو گئی، ماہر تعمیرات بازیوف کی مونا سٹری
ڈیمیتروف اسٹریٹ میں ماہر تعمیرات زیر ڈنی کا دی چرچ آف ایوان دی ڈارمیشیکوف
ٹاور میں دی چرچ آف آرچ اینجل گیسٹل یوزسکی گیٹ پر سینٹ پیٹر اور پال کے
چرچ وغیرہ۔

حکومت کے زیر تحفظ عمارتی یادگاروں میں سینٹ لڈویک کا ماسکو کیتھوڈک
کیتھڈرل (۱۵ویں، ۱۶ویں صدیوں کے) سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کیتھڈرل اور
ولنیس میں سینٹ این کا کیتھڈرل وغیرہ شامل ہیں۔

سوویت یونین کے مختلف حصوں میں - وسط ایشیا میں واقع کچھ ری پبلک میں
ٹرانس کوکیشیا میں اور روسی الحاق کے بعض علاقوں اور خود مختار ری پبلک میں، ماہر استادوں
کی تعمیر کردہ مسلمانوں کی مذہبی عمارات ہیں جو زائرین کے لئے کھلی ہیں ان میں بخارا میں
واقع ۱۵۲۰ء کے عشرے میں تعمیر کردہ میر عرب مدرسہ شامل ہے جس کے متعدد تعمیراتی



شاہکاروں میں میر عرب کے مقبرے کے اوپر بنا ہوا گنبد فن کا نادر نمونہ ہے بخارا میں ہی واقع ۱۶ویں صدی میں تعمیر کردہ خواجہ زین الدین مسجد ہے جس کی بڑی رنگین اندرونی تزئین و آرائش کی گئی ہے۔

ایستونیا کے صدر مقام تالین کی لپیٹست آبادی کے تصرف میں بانٹک ری پبلک کا سب سے بڑا چرچ دی اچرچ آف اولیوسٹا ہے جس میں کئی ہزار انفرادی گنجائش ہے یہ گوٹھک طرز تعمیر کی سب سے قیمتی یادگار ہے۔

ان قومی اور عالمی تہذیب کے شاہکاروں کو آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رکھنے کے لئے سوویت حکومت ان کو اپنی حفاظت میں رکھتی ہے وقفے وقفے سے مرمت کرنے کے علاوہ عمارات کو دوبارہ تعمیر بھی کیا جا رہا ہے۔ اس کام کے کرنے سے پہلے ان یادگاروں کی تاریخ اور طرز تعمیر پر تحقیق کی جاتی ہے جس میں ماہرین تعمیرات انجینئر اور دوسرے ماہرین حصہ لیتے ہیں اس بحالی کے کام کے لئے سوویت حکومت کافی رقومات مختص کرتی ہے۔

مذہب پرستوں کو ثقافتی اہمیت کی حامل عمارات حوالے کرتے وقت ان عمارات کو اپنے تصرف کے لئے تحویل میں لینے والی مذہبی انجمنوں کے بانیوں کو سوویت مملکت اس بات کا پابند کر دیتی ہے کہ وہ قدیم فن کی ان یادگاروں کی حفاظت اور سلامتی سے متعلقہ خصوصی قواعد کی پابندی کریں گے۔

مذہب پرست اپنی عبادتی مجالس کے لئے نہ صرف چرچ بلکہ دوسرے علاقے بھی استعمال کر سکتے ہیں سرکاری اداروں کی اجازت سے مذہبی انجمنیں جن کی ضرورت محسوس کریں وہ عمارات کرائے پر حاصل کر سکتی، بنا سکتی اور لے سکتی ہیں۔

آزادی ضمیر کے اطلاق کی ایک اور اہم ٹھوس ضمانت مذہبی انجمنوں (ان کے مراکز) کو دی جانے والی وہ اجازت ہے جس کے ذریعہ وہ پابندی سے مذہبی ضروریات کے لئے



۱۶۱۵۹۴

لٹریچر شائع کر سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر روسی آرٹھوڈوکس چرچ روسی اور انگریزی زبانوں میں ماہنامہ جرنل آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ شائع کرتا ہے مذہبی مضامین کا مجموعہ بوگو سلوویسکیے ٹرودی برسال شائع کیا جاتا ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیمی اداروں کا ترجمان ہے جیسے روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے دینی اداروں کا روسی صحیح العقیدہ چرچ کا کیلنڈر بڑی تعداد میں شائع کیا جاتا ہے ایک بالتصویر میگزین کا کیلنڈر جس میں چرچ کی عبادات پر وضاحتی عبارتیں ہوتی ہیں دوسرا دیواری کیلنڈر جو جدول کی شکل میں ہوتا ہے اور چرچ کی تمام رسومات ظاہر کرتا ہے اس کے علاوہ ایک ماہنامہ "پرا دوسلاونی و سنک" جو یوکرین کے EXAREHATE کا ترجمان ہے یوکرین زبان میں شائع ہوتا ہے۔ وسط یورپ کے EXAREHATE جرمن زبان میں رسالہ STIMME DER ORTHODOXIE شائع کرتے ہیں۔ امریکہ میں کلیسا کی حلقے انگلش میں یونائیٹڈ چرچ نکالتے ہیں جبکہ کینیڈا کے کلیسا کی حلقے یوکرین اور انگریزی زبانوں میں کینیڈین آرٹھوڈوکس میسنجر نکالتے ہیں۔ جاپانی زبان میں جاپانی خود مختار آرٹھوڈوکس چرچ کا ایک رسالہ شائع ہوتا ہے ان رسالوں میں مضامین دستاویزات اعلیٰ چرچ کے حکام کے فرمان، دینی مسائل پر مضامین اور چرچ کی خبریں چھپتی ہیں۔

گزشتہ ۱۵ سالوں میں بائبل تین دفعہ بڑی تعداد میں چھپ چکی ہیں اور عہد جدید اور PSALTER متعدد بار شائع ہو چکی ہیں اس کے علاوہ TYPICONS دعاؤں کی کتابیں عبادات کی کتابیں اور کئی دوسری کتابیں بھی چھپ چکی ہیں۔ آنجہانی پادری ایکس کے مضامین کی چار جلدیں اور ماسکو اور سارے روس کے پادری پوہن کے مضامین کی ایک جلد شائع ہو چکی ہیں۔

اشاعت کا کام ماسکو کے پادریوں کا کلیسا کی پریس سرانجام دیتا ہے ادارتی بورڈ



میں دینی اور خصوصی تعلیم کے حامل اعلیٰ تعلیمیافتہ عملے کے ارکان شامل ہوتے ہیں اشاعت کے لئے تیار شدہ کتابیں سرکاری چھاپے خانوں میں چھاپی جاتی ہیں۔ آرٹھوڈوکس چرچ کا مذہبی لٹریچر چرچ کے ادارے اور کلیسیائی طبقے تقسیم کرتے ہیں۔

دوسرے مذہبی حلقے بھی کافی اشاعتی کام سرانجام دیتے ہیں مسلمانوں کے دینی بورڈ نے حالیہ سالوں میں کئی بار قرآن شائع کیا ہے اور نیا ایڈیشن تیار کیا جا رہا ہے۔ باقاعدہ چھپنے والے رسالوں میں مسلم قمری کیلنڈر اور رسالہ ”مسلمز آف دی سوویت ایسٹ“ ہے جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے (عربی، انگریزی، فرانسیسی اور ازبک) ممتاز مسلمان محدث اور عالم امام بخاری کی جوہلی کے موقع پر دو جلدوں پر مشتمل ان کی کتاب ”صحیح بخاری“ شائع کی گئی۔ اس کے علاوہ حضرت ترمذی کی کتابیں اور دوسرے مسلمان علماء کی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ وسط ایشیا اور قازقستان کے مسلمان مفتی زید باباخانوف کی سوویت یونین میں مسلمانوں کی زندگی پر کتاب بہت بڑی تعداد میں چھپی۔

لیتھوانیا اور لتویا کے کیتھولک حلقوں نے لاطینی اور مقامی زبانوں میں کئی مذہبی کتابیں دوبارہ شائع کی ہیں جن میں عہد نامہ جدید عبادت گزاروں کے لئے دعاؤں کی کتابیں عبادت گزاروں اور پادریوں کے لئے رسومات کی کتابیں، دوسری ویٹیکن کونسل کی دستاویزات وغیرہ شامل ہیں۔

مختلف مذہبی حلقے کیلنڈر اور رسالے باقاعدگی سے شائع کرتے رہتے ہیں جن میں دی سی آف دی کیتھولکوز، ماسکو کے دی اولڈ بیلور آرچ بشپریس، جیورجیان آرٹھوڈوکس چرچ کے پادری، ایستونیا، لتویا اور لیتھوانیا میں اینجیلی، دی کونسل آف ایڈرز آف سیونٹھ ڈے ایڈونٹسٹس وغیرہ شامل ہیں۔ اینجیلی عیسائی پبلسٹی کی آل یونین کونسل نے اینجیل کے تین ایڈیشن ”روحانی نعموں کی موسیقی“ پر ایک کتاب معروف پادری اے کاریف کے ”منتخبہ مضامین“ اور سوویت یونین میں اینجیلی عیسائی پبلسٹیوں کی زندگی پر البم چھاپا ہے۔ پرانے



عقائد پرستوں نے تین جلدوں پر مشتمل ایک چرچ سروس بک شائع کی ہے۔ آرمینیائی چرچ نے دو دفعہ عہد نامہ جدید اور نیرن اول اور آرمینیائیوں کا کلیسا نامی کتابیں، پادری وازگن اول کے یردن ملک سفر کی تفصیلات اور ایچیا ڈزن اور آرمینیائی چرچوں کے البم چھاپے ہیں۔ سوویت یونین میں مذہبی انجمنیں مذہبی عبادات کے لئے اشیاء اور چرچ کے برتن موم بتیاں وغیرہ تیار کرنے کے لئے درکشاپ چلاتی ہیں۔ چرچ کے تحت اس قسم کے ۳۰ خصوصی درکشاپ کام کرتے ہیں جو عقیدتمندوں کی مذہبی اشیاء کی ضروریات مکمل طور پر پورا کرتے ہیں مثلاً روسی صحیح العقیدہ چرچ کے دینی اداروں میں ایک منیجریل بورڈ ہے جس کا بنیادی کام عبادات اور رسومات کے لئے تمام ضروری سامان فراہم کرنا ہے اور چرچ کے استعمال کے لئے کئی دوسری چیزیں تیار کرتے ہیں۔ ان درکشاپوں کو کئی مذہبی حلقوں اور فرقوں کے تحت چلایا جاتا ہے مثلاً ماسکو، لینن گراڈ، آسٹراخان اور کٹسک اور دوسرے شہروں کے حلقے، چرچ کے استعمال کی تمام اشیاء خصوصی احکامات کے تحت چھوٹے کلیسائی حلقوں کو فراہم کی جاتی ہیں۔ ماسکو اور کئی دوسرے شہروں کے کلیساؤں کے موم بتیاں بنانے کے کارخانے ہیں جو آرٹھوڈوکس چرچوں کو چرچ کینڈل فراہم کرتے ہیں۔ ماسکو کے علاقے میں ۱۹۷۹ء میں کئی مختلف مذہبی اشیاء تیار کرنے کے لئے ایک فیکٹری بنائی گئی تھی۔

تربیت یافتہ پادریوں کی مذہبی انجمنوں کی ضروریات کے مدنظر حکومت ان کے مراکز کو خصوصی دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی اجازت دیتی ہے درسی طریقہ کار اور داخلی قواعد کی تنظیم خود مذہبی تنظیموں کا کام ہے۔ اس وقت ایسے ۱۸ ادارے سرگرم ہیں جن میں چھ آرٹھوڈوکس اکیڈمیاں اور سیمینریس، دو کیتھولک سیمینریس، ایک مسلم اکیڈمی اور مدرسہ اور ایک یہودی لے شہوا شامل ہیں۔ آرمینیائی گریگوری چرچ کی اپنی دینی اکیڈمی ہے جارجیا آرٹھوڈوکس چرچ ایک سیمینری میں پادریوں کو تربیت دیتا ہے اور انجیلی عیسائی بپتست خصوصی کورسوں کا اہتمام کرتے ہیں وہ لوگ جو روزانہ باقاعدہ مطالعہ نہیں کر سکتے وہ دینی اسکولوں



کے تریسی کورسوں کے ذریعہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

دینی اسکولوں کو معیاری درسی طریقے کے مطابق درکار تمام مناسب حالات میں ان کا عملہ ضروری تدریسی اساتذہ پر مشتمل ہے۔ ان اسکولوں میں موسیقی کی بیرونی زبانوں میں ہدایت دی جاتی ہے اس کے علاوہ ضروری کھیلوں کی سہولیات بھی موجود ہیں روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے تعلیمی اداروں میں بڑے اچھے طور پر آراستہ لائبریریاں بھی ہیں لہذا لینن گراڈ تھیولوجیکل آرٹھوڈوکس اکیڈمی کی لائبریری میں مختلف زبانوں میں تقریباً ۲۰۰،۰۰۰ دینی کتب ہیں جبکہ ماسکو کے دینی اسکول ۸۰ سے زائد اخبارات اور رسالوں کے پابندی سے خریدار ہیں۔ ان کا ایک چرچ آرکیولوجیکل اسٹڈی روم بھی ہے جس میں نویں صدی سے بیسویں صدی تک کے اکنس کا متفرّد مجموعہ ہے۔

گزشتہ دو عشروں میں روسی آرٹھوڈوکس چرچ سے ایک ہزار سے زائد امیدواروں نے دنیا میں ماسٹر اور ڈاکٹریز کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔

۱۹۷۱ء سے ماسکو کے کلیسائی حلقوں کے دینی اسکول سینڈسموس کے ممبر بن گئے جو آرٹھوڈوکس نوجوانوں کی تنظیموں کی عالمی برادری ہے۔ ۱۹۷۵ء سے روسی آرٹھوڈوکس چرچ اپنے دینی اسکولوں کے توسط سے یورپی نوجوانوں کی اکیومینیکل کونسل میں شرکت کرتا ہے۔

ایٹلیوشین، سربیا اور بلغاریہ اور دوسرے پادری روسی آرٹھوڈوکس دینی اسکولوں کے طالب علموں کی حیثیت سے اپنی دینی معلومات کو وسیع کرتے ہیں۔ لینن گراڈ دینی اکیڈمی نے ایک افرو ایشیائی کلیہ کھولی ہے جس میں ایٹھوپیا، کینیا، ہندوستان اور دوسرے ممالک کے طلباء مطالعہ کرتے ہیں۔ ماسکو کے کلیسائی حلقے کے اسکولوں میں مجموعی طور پر تقریباً ۲۰ اسکولوں کے طلباء کے ناموں کا اندراج ہے۔

اس کے بدلے میں روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے کئی پادریوں نے بیرون ملک تعلیم حاصل



کی ہے۔ حالیہ طور پر آرٹھوڈوکس طالب علموں کا ایک گروپ ایٹھنٹریونیورسٹی میں یونان کی دینی سیمینری میں اور روم کی ویٹیکن (گریگورین) یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ سوویت چرچوں اور مذہبی حلقوں کے دینی تعلیمی اداروں کو دیکھنے کے لئے متعدد بیرونی مہمان آتے رہتے ہیں ان اسکولوں کی زندگی سے واقف ہونے کے بعد وہ مہمانوں کی کتابوں میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے اور اس موقع کی فراہمی پر تشکر کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے سوویت یونین میں کلیسا سے تعلق رکھنے والے افراد کی تربیت کے سلسلے میں چرچ کی آزادی اور حقیقی آزادیِ ضمیر کا مشاہدہ کیا۔ ماسکو کی دینی اکیڈمی کی مہمانوں کی کتاب سے یہاں صرف ایک اندراج کو نقل کیا جا رہا ہے ”روس میں عیسائیت کی ایک زندہ مثال کو دیکھنا ہم سب کے لئے ایک منفرد تجربہ تھا۔“ اس کے نیچے آسٹریلیا کے ماہرینِ فنونِ لطیفہ کے ایک گروپ کے دستخط ہیں۔

سوویت حدود کے اندر سرگرم عمل مذہبی سوسائٹیوں کو چرچوں کے درمیانی معاملات پر گفتگو کرنے کے لئے کانگریسوں کے انعقاد کی آزادی حاصل ہے ان کانگریسوں اور کانفرنسوں میں وضع ہونے والے خصوصی قواعد اور ضوابط کی بنیاد پر سرکردہ چرچ کے ادارے اپنی چرچوں کی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ ماسکو اور پورے روس کے سرکردہ کلیسا و کلیسائی مجلس کے احکامات کے تحت کام کرتے ہیں پیٹریارک اعلیٰ درجے کے پادریوں کو مذہبی انجمنوں کی روحانی کینو میکل سرگرمی سے متعلقہ مسائل پر ہدایات دیتا۔ پاروچیس کے سربراہوں کا تقرر کرنا ان کی رپورٹوں کو سننا اور خطابات و اعزازات کے ساتھ پرائسٹ ہڈ سے نوازنا ہے وہ تمام دینی تعلیمی اداروں کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی جانب سے پیٹریارک اور دوسرے آرٹھوڈوکس چرچ کے سربراہوں سے تعلقات قائم رکھنا ہے چرچ کے اہم معاملات کے حل کے لئے پیٹریارک بشپوں کی ایک کونسل یا ایک لوکل کونسل بلاتا ہے اور ان مجالس کی



صدارت کرتا ہے۔

۱۹۷۱ء میں منعقدہ روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی لوکل کونسل میں ۱۹۴۵ء میں منعقدہ سابقہ لوکل کونسل سے لیکر اب تک کے عرصے کی ماسکو پیٹریارکھ کی سرگرمیوں پر بحث کی گئی۔ اس کے علاوہ روسی آرٹھوڈوکس چرچ اور نان آرٹھوڈوکس عیسائی چرچوں کے باہمی تعلقات اور عقائد اور روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی وزارت برائے قیام امن بھی موضوع بحث رہی۔ کونسل نے ان چرچ کے افراد کے خلاف عائد کردہ پابندیاں بھی اٹھا دیں جنہوں نے پیٹریارکھ نکلون پرانے عقائد پرست، کی اصلاحات ماننے سے انکار کر دیا تھا کونسل نے کروٹیسٹی کے میٹروپولیٹن پومین اور ماسکو اور پورے روس کے کولومنا پیٹریارکھ کا انتخاب کیا۔

آٹھ اراکین پر مشتمل کلیسائی مجلس پیٹریارکھ کی مشاورتی مجلس ہے جو چرچ کا انتظام کرنے میں اس کی مدد کرتی ہے۔ کلیسائی مجلس چرچ کی اندرونی زندگی کے تمام موضوعات پر مسائل، رابطوں، بیرون ملک پیریش کی سرگرمیوں پر غور و خوض کرتی ہے اور مناسب فیصلے کرتی ہے جس پر پیٹریارکھ اور کلیسائی مجلس کے ممبران دستخط کرتے ہیں۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ ۷۶ اپراچیس میں منقسم ہے جس کی سرکردگی ۱۲ میٹروپولیٹن ۲۸ آرچ بشپ اور ۳۶ بشپ کرتے ہیں ایک اپراچی ڈسٹرکٹوں میں منقسم ہوتی ہے جس کی سرکردگی ایک سپرٹینڈنٹ کرتا ہے جو پرائسٹ ہڈ کی سرگرمیوں کی نگرانی کرتا ہے۔

بیرون ملک کئی روسی آرٹھوڈوکس پیریش ہیں۔ فرانس، امریکہ، مغربی جرمنی، برطانیہ، ارجنٹائن، کینیڈا اور دوسرے ممالک میں جو ماسکو کی پاسٹر کے زیر قانون آتے ہیں۔ ان کی نگرانی کے لئے سپرٹینڈنٹوں کے ڈسٹرکٹ اور مشن قائم کئے گئے ہیں۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے بہت عرصے سے اپنی مونیسٹریس قائم ہیں۔ اس وقت ملک میں ۱۹ مونیسٹریس کام کر رہی ہیں ان میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل مشہور ہیں: ٹریسنٹی کی سینٹ سرجیس کی مونا سٹری جو ۴۴ ویں صدی میں قائم کی گئی، پوجیف



موناسٹری آف دی ایسپیشن (۱۳ویں صدی) اور لیکوین موناسٹری آف دی کیوز جو ۱۵ویں صدی میں قائم ہوئی۔

روسی موناسٹری کے قدیم پیشوں میں سے ایک اکون پیٹنگ ہے آرتھوڈوکس قدیم اکون پیٹریٹھلا آندرے روبوف، ڈالوانی سیٹس، سیمون آٹاکوف اور کئی دوسروں نے ایسے شاہکار چھوڑے ہیں جو آج تک دنیا کے لئے قابلِ فخر ہیں۔

سوویت یونین میں مسلمانوں کے مذہبی امور چار خود مختار مذہبی مراکز سرانجام دیتے ہیں۔

• وسط ایشیا اور قازقستان کے مسلمانوں کے علماء کا بورڈ ازبکستان، کرگیزستان، تاجکستان، ترکمانیہ اور قازقستان میں رہنے والے مسلمانوں کے روحانی امور کی نگرانی کرتا ہے خود بورڈ کا دفتر تاشقند کے شہر میں واقع ہے۔

• ٹرانس کوکیشن کے مسلمانوں کے علماء کا بورڈ آذربائیجان، جیورجیا اور آرمینیا میں رہنے والے شیعہ اور سنی فرقے کے مسلمانوں کے روحانی معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہے بورڈ کا مرکز باکو میں واقع ہے۔

• شمالی کوکیشن اور داغستان کے مسلمانوں کے علماء کے بورڈ کا مرکز بوٹی نکسک داغستان میں واقع ہے۔

• سوویت یونین کے یورپی حصے اور سائبیریا کے مسلمانوں کے علماء کا بورڈ ان حصوں میں مقیم مسلمانوں (ماسوائے شمالی کوکیشن اور داغستان) کے مذہبی امور کی نگرانی کرتا ہے اور اس کا مرکز یونفا کے شہر میں ہے۔

مسلمانوں کے علماء کے بورڈ کی ساخت اور اہلیت کی وضاحت ان کی داخلی زندگی کے قواعد و ضوابط کے ذریعہ ہوتی ہے جسے مسلم انجمنوں کے نمائندوں کے کنوینشنوں میں وضع کیا اور مختار بنایا جاتا ہے۔



مسلمانوں کے علماء کے بورڈ ان کے قوانین کے مطابق مسلک اور عبادات سے متعلقہ مذہبی عقائد کے مسائل حل کرتا ہے۔ مذہبی عقائد کے مسائل پر دینے گئے علماء کے بورڈ کے فیصلوں سے جن پر مفتی یا شیخ الاسلام کے دستخط ہوتے ہیں دینداروں کو آگاہ کیا جاتا ہے کئی دوسری چیزوں کے علاوہ یہ فتوے بھی شائع کرتے ہیں جو مندرجہ بالا مسائل یا دوسرے مذہبی امور کی وضاحتیں ہوتی ہیں۔ سوویت یونین میں مسلم علماء کو مسلم اکیڈمی اور مدرسوں میں تربیت دی جاتی ہے۔

بدھ مت کے پیروکار زیادہ تر بریات، تووا، کالمک کے خود مختاری پبلک روسی وفاق کے چینا اور ارکٹک کے علاقوں میں رہتے ہیں ان کی مذہبی انجمنوں کی روحانی زندگی کی نگرانی عالموں کا ایک بورڈ کرتا ہے جسے مذہبی سوسائٹیوں کے نمائندے اور لاما کی کانگریس منتخب کرتی ہے۔ مورخ الذکر وہ افراد ہیں جنہوں نے کسی مونا سٹری میں خصوصی دینی کورس مکمل کیا، ہوا دراپنے آپ کو مذہبی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو۔

بدھی بانڈیڈو، ہیمبولاما کے سربراہ کی قیام گاہ بریات کے خود مختاری پبلک میں ایوولگو کے گاؤں میں ہیمبولاما سری (مونا سٹری) میں واقع ہے۔ بدھیوں کے علماء کا بورڈ اور اس کا چیرمین مذہبی عہدے عطا کرتا، لاما کا تقرر کرتا اور اس بات کی نگرانی کرتا ہے کہ لاما مذہبی عہد اور قوانین کی پابندی کریں۔ بدھی لاما سیریوں کی سربراہی شیریٹوینز (صدر) کرتے ہیں اور ان میں بدھی ادب کی بڑی بڑی لائبریریوں ہوتی ہیں۔ حال ہی میں بریات میں ایوولگالاما سیری میں ایک نیا بدھی ٹیمپل تعمیر کیا گیا مذہبی تہواروں کے مواقع پر اس خود مختاری پبلک کے کئی علاقوں کے عقیدت مند اس مونا سٹری میں جمع ہوتے ہیں۔

مونا سٹری میں رہنے والے لاما کے فرائض میں بدھیوں کے تہواروں کا منانا



روزانہ عبادات میں شرکت کرنا اور پابندی سے مذہبی مجالس کا منعقد کرنا شامل ہے اس کے علاوہ وہ سونا سٹری سے دور واقع مقامات پر جلتے ہیں جہاں عقیدتمندوں کی درخواست پر وہ مذہبی رسومات میں اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔

سوویت یونین اور منگولین پیلپری پبلک کے بدھی خاندانوں کے نوجوان افراد کی تربیت کے لئے ۱۹۷۰ء میں ایک اعلیٰ بدھی ادارہ کھولا گیا یہاں یہ بدھی ازم کے عقیدہ اور فلسفے سے متعلق متعدد بدھی مضامین کا مطالعہ کرتے، مقدس مضامین اور تبتی اور کئی جدید زبانیں سیکھتے ہیں۔ بعض طلباء تبتی طریقہ طب میں خصوصی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

سوویت یونین میں اور بیرون ملک قیام پذیر آرمینیائی مذہب پرست افراد آرمینین، گریگورین چرچ میں جمع ہوتے ہیں اس کی زیادہ تر انجمنیں بیرونی ممالک میں آرمینیائی کی جگہوں پر واقع ہیں جہاں آرمینیائیوں کی آبادی ہے جو انقلاب سے پہلے ترکوں کی نسل کشی اور ایذا رسانی کی وجہ سے روس اور نام نہاد ترک آرمینیا سے نقل مکانی کر گئے تھے۔ چرچ کی سربراہی سب سے بڑا پیٹریارک کرتا ہے اس کی قیام گاہ آرمینیا کے قدیم مذہبی مرکز اپھیمیا ڈزن میں ہے جو آرمینیا کے صدر مقام ارلیوان سے زیادہ دور نہیں ہے۔ آرمینیائی چرچ کے بیرون ملک بشپ کے حلقے کی سربراہی آرچ بشپ اور بشپ کرتے ہیں۔

انجیلی عیسائی بپتیسوں کی انجمن کا سب سے بڑا ادارہ اسی فرقے کا آل یونین کنونشن آف ریپریزنٹیٹیو ہے جو چرچ کے امور کے انتظام کے لئے ایک آل یونین ای سی بی منتخب کرتا ہے جس کی سربراہی ایک چیرمین کرتا ہے ری پبلک TERRITORIES اور REGIONS میں خدا پرست SENIOR PRESBITERS اور PRESBITORIAL COUNCIL کا انتخاب کرتے ہیں یہ مقامی آبادیوں کی دینی



سرگرمیوں کی دیکھ بھال کے لئے کلیسائی مشاورتی ادارے ہیں۔

سوویت یونین کی ۱۵ یونین ری پبلکوں میں سے دس میں واقع رومن کیتھولک چرچ کے کلیسائی حلقے کیوریس کے تحت آپس میں ملحق ہوتے ہیں مگر ان کا ذکر خود مختار مذہبی بورڈ میں مثال کے طور پر لیتھوانیا کے سوویت ری پبلک میں کیتھولک کلیسائی حلقے چھ دینی مراکز کے زیر انتظام ہیں۔ لتویا کے سوویت ری پبلک کے کیتھولک کلیسائی حلقے رومن کیتھولک چرچ کے آرچ بشپ کے حلقے ریگا کے زیر انتظام ہیں ہیں۔ ٹرانس کارپاتھیا (یوکرین میں ازگور وڈ کا شہر) رومن کیتھولک چرچ کا انتظام سنبھالتا ہے۔ سوویت یونین کے دوسرے شہروں میں کیتھولک دینی انجمنیں خود اپنا انتظام سنبھالتی ہیں۔

کناس اور ریگا کے شہروں میں کیتھولک سیمیناریاں پادریوں کو تربیت دیتی ہیں اور ان کا نصاب *VETICAN'S CONGREGATION FOR DOCTRINE OF THE FAITH* کے قوانین کے مطابق مرتب کیا جاتا ہے کیوریس کے سربراہ جن کا تقرر ویٹیکن کرتا ہے۔ پابندی سے کینومیکل معاہدہ کرتے اور ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ یہ ویٹیکن اور بیرون ملک کیتھولک چرچوں اور تنظیموں سے رابطہ رکھتے ہیں انہوں نے دوسری ویٹیکن کونسل میں شرکت کی تھی اور روم میں پوپ کی بلائی ہوتی کانفرنسوں میں شرکت کرتے ہیں۔

سوویت یونین میں تین خود مختار مذہبی لیٹھران مراکز (آگسبرگ مسلک کے) کام کر رہے ہیں جنہیں کونسلوریس کہتے ہیں۔ ایستونیا اور لتویا میں ان کی سربراہی آرچ بشپ کرتے ہیں اور لیتھوانیا میں ایک پریذائیڈنٹ بگ چیرمین ان مراکز کے سربراہوں کا انتخاب عام کلیسائی مجالس میں کیا جاتا ہے جن میں پادریوں کے اور عام خدا پرستوں کے نمائندے شرکت کرتے ہیں۔ بیشتر میٹھوڈسٹ ایستونیا کے ری پبلک میں رہتے ہیں ان کی مذہبی



انجمنیں ایک چرچ کونسل بناتی ہیں جو میٹھوڈسٹ چرچ کے سربراہ یعنی سپرنٹنڈنٹ کا انتخاب کرتی ہیں۔

ریفارمسٹ چرچ کے پیروکار لیتھوانیا اور یوکرین کے ٹرانس کارپاٹھین علاقوں میں ملتے ہیں ان کی انتظامی مرکز لیتھوانیا میں کویسٹورس ہیں جبکہ ٹرانس کارپاٹھین علاقے میں بورڈ آف دی ریفارمسٹ چرچ ہے۔

سوویت حکومت کے تحت پرانے عقائد پرستوں کو مسادات حاصل ہے اور ان کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو روسی آرٹھوڈوکس چرچ اور دوسرے چرچوں کو حاصل ہے۔

پرانے عقائد پرستوں کا چرچ تین مختلف گرنٹس میں منقسم ہے۔

• بیلو کرینٹسا کونکورڈ کا اولڈ بیلپورز چرچ یعنی وہ چرچ جو بیلو کرینٹسا حکومت

کو تسلیم کرتا ہے یہ ملک کا سب سے بڑا اولڈ بیلپورز چرچ ہے جو پورے

سوویت یونین کے بیلو کرینٹسا کونکورڈ اولڈ بیلپورز کے کلیسائی حلقوں کو یکجا

کرتا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل اپارچیس ہیں۔ ماسکو، کشینیف، کیف وینتیا

اور اوڈیساکا کی اپارچیس، ڈان اور کوکیسیس کی، کلنٹسی اور نوووزبکوف

کی اس کی سربراہی ماسکو اور آل ریشیا کا آرچ بشپ کرتا ہے۔

• نیوجیٹو پرائسٹ کونکورڈ کا اولڈ بیلپورز چرچ یعنی وہ چرچ جس نے

سرکاری آرٹھوڈوکس چرچ سے فرار ہونے والے پادریوں کو تسلیم کیا ۱۹۲۳ء

سے اب تک اس کی اپنی الگ حکومت ہے اس کا کلیسائی مرکز بریانسک

کے علاقے میں شہر نوووزبکوف میں واقع ہے اس کونکورڈ کے پیروکار زیادہ

تر ماسکو بریانسک، کرسک، کیبیشیف اور پرم کے ریجن میں کرامنڈار اور

ٹرانس بیکال کے علاقے میں رہتے ہیں۔ ایک آرچ بشپ ان کا سربراہ ہے۔



• دی چرچ آف دی پریسٹ لیس اولڈ بیلپورز یعنی وہ چرچ جو پادریوں کی حکومت سے انکار کرنا ہے اور اس کا ایک واحد مرکز نہیں ہے لہذا انہیں ان لوگوں کی مذہبی آبادی ایک سپریم کلیسائی کونسل کے تحت یکجا ہے دوسرے علاقوں میں ان کے کلیسائی حلقے خود مختار مذہبی برادری کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

تمام دینی مراکز بیرونی ممالک میں اپنی ساتھی دینی انجمنوں سے روابط رکھتے ہیں ان سے خط و کتابت کرتے اور ان کے کنونشنوں کانگریسوں اور کانفرنسوں میں اپنے وفد بھیجتے ہیں تقریباً تمام ہی دینی مراکز بین الاقوامی چرچ کی تنظیموں میں اور امن کے قیام اور قوموں کے درمیان دوستی کے فروغ کے لئے اقدامات میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔

چرچوں کے درمیانی زندگی کے مسائل کے حل کرنے میں دینی مراکز مکمل طور پر آزاد ہیں جو مملکت سے چرچ کی علیحدگی کے اصول کے عین مطابق ہے۔

بعض ممالک کی مذہبی انجمنوں کے اپنے مراکز نہیں ہیں یہ بات مدتوں کے دوران رونما ہوئی جب عقیدہ پرستوں نے ایسے مراکز کے قیام کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی یہ انجمنیں سوویت یونین میں انہیں حقوق کی حاصل ہیں جیسے کہ دوسری مذہبی انجمنیں۔

مثال کے طور پر مذہب کے پابند یہودی عبادات کے لئے معبدوں میں جمع ہوتے ہیں یہ معبد ماسکو اور لینن گراڈ، کیف اور منسک، ریگا اور ولینس، تاشقند اور طیبسی، ماسکو اور سورڈ لوفسک ہیں اوڈیسا میں اور کئی دوسرے شہروں میں واقع ہیں۔ معبدوں میں پابندی سے توریث کی تلاوت اور عبادات ادا کی جاتی ہیں ماسکو کے معبد کے ساتھ ایک تالمودی اکیڈمی (لیٹوا) ہے کئی معبدوں میں مراسم مذہبی کے غسل خاتے (مکوا) اور مذبح خانے ہیں۔



دستور میں یہ بات وضاحت سے بتلائی گئی ہے کہ مذہبی تنظیموں کی کئی امداد صرف خود عقیدت مند ہی کریں گے۔ مذہبی تنظیموں اور پادریوں کی جانب سے کسی قسم کی جبری بیسوں کی وصولی یا ٹیکسوں کا عائد کرنا ممنوع ہے سوویت یونین میں چرچ کے فنڈز جو عقیدت مندوں کی جانب سے رضا کارانہ عطیات پر مشتمل ہوتے ہیں ٹیکس سے سزا ہیں۔



مغربی پروپیگنڈا خصوصی طور پر مذہبی مسلک سے منقلقہ سوویت دستور کی سب سے اہم پابندیوں میں سے ایک پر بڑی پُر زور تنقید کرتا ہے وہ ہے اسکول کی چرچ سے علیحدگی، وہ سوویت یونین کی اس بات پر مذمت کرتا ہے کہ بچوں کو جبراً مذہب سے برگشتہ کیا جاتا ہے اور یہ کہ ان والدین کو جو اپنے بچوں کی اپنے مذہب پر پرورش کرنا چاہتے ہیں، ایذا دی جاتی ہے اور انہیں بے رحمی سے دبایا جاتا ہے اور یہ کہ جو بچے اور نوجوان مذہب سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں ان کی تذلیل کی جاتی ہے اور ان پر جرم نامے بھی عائد کئے جاتے ہیں وغیرہ۔ سوویت یونین میں مذہب کے حامی راتے عامہ کو متوجہ کرنے کے لئے اس بات کو دہراتے ہوئے نہیں تھکتے کہ سیکولر پرورش و تربیت کا نتیجہ بد چلنی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے جبکہ صرف تنہا چرچ ہی "مادر اخلاقیات" بننے کے قابل ہے۔

اب یہ دیکھئے کہ حقیقی صورت حال کیا ہے ؟

بچوں اور نوجوان افراد کی پرورش اور تعلیم کا فرض سوویت یونین میں سرکاری ادارے، عوامی تنظیمیں اور خود خاندان سرانجام دیتے ہیں سوویت یونین میں تعلیم عامہ کا مقصد ایک نئے معاشرے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، ہرفن مولا اور فعال معماروں کو مارکس اور لینن کے اصولوں پر کام کرنے کے اشتراک کی رجحانات کا حامل بنانے کے لئے تربیت دینا ہے۔ معاشرے کے ایسے افراد تیار کرنا ہیں جو جسمانی طور پر



صحت مند اور کامیابی کے ساتھ کام کرنے اور مملکت کے امور اور سماجی زندگی میں سرگرمی سے حصہ لینے کے اہل ہوں وہ اپنے مادر وطن کی بے جگری سے حفاظت کرنے اور اس کی مادی اور دانشورانہ دولت کی حفاظت کرنے اور اسے فروغ دینے کے قابل ہوں۔ اپنے اس ضخیم مقصد کے حصول کے لئے سوویت مملکت پرورش اور تعلیم کے سلسلے میں والدین، اسکول اور ایسے اداروں کے سامنے تکمیل کے لئے ذمہ دارانہ فریضے رکھتی ہے جیسے بچوں کی لائبریریوں، اسپورٹس کلب، آرٹ اور میوزک کے اسکول، نوجوانوں کے پائینر کیمپ اور کلب وغیرہ۔

سوویت یونین کے تعلیم عامہ کے بنیادی دستور کا آرٹیکل ۵۷ جسے ۱۹۷۳ء میں سوویت یونین کی سپریم سوویت نے اختیار دیا ہے والدین کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ بچوں کی پرورش اعلیٰ اشراکی اخلاقیات کے جذبے کے ساتھ اور سوشلسٹ خصوصیات کے حامل محاط رویے کے ساتھ کریں گے ان میں کام کرنے کی عادت پیدا کریں گے اور معاشرے کے لئے مفید سرگرمیوں کی انجام دہی کے لئے تیار کریں گے ان کی جسمانی نشوونما اور صحت کا خیال رکھیں گے۔ اس کے علاوہ والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مناسب وقت پر بچوں کو اسکول بھیجیں گے اور تعلیمی اداروں میں ان کی حاضری کا خیال رکھیں گے اور — غیر حاضری سے پرہیز کریں گے۔ بچوں کے ثانوی تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم کے حصول کے لئے ضروری حالات فراہم کریں گے۔ مزید برآں خاندان میں کی جانے والی پرورش کو تعلیمی اداروں قبل از اسکول، اداروں اور عوامی تنظیموں کے ذریعہ حاصل ہونے والی تعلیم سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

بنیادی دساتیر یہ بھی شرائط عائد کرتے ہیں کہ حصول تعلیم کے سلسلے میں تمام شہری بلا لحاظ اصل سماجی و مالی حیثیت، نسل و قومیت، جنس، زبان یا مذہب مساوی ہیں۔ تعلیم لازمی ہے اور ہر قسم کی تعلیم تمام بچوں اور نوجوانوں کو مفت دی جائیگی



اور تمام تعلیمی ادارے حیثیت اور سماجی خصوصیات کے حامل ہونے چاہئیں کہ وہ مذہبی اثرات سے مبرا اور سیکولر تعلیم کی ضمانت دیں۔

موضوع الذکر شرط جو چرچ کی اسکول سے علیحدگی کے اصول پر مبنی ہے بچوں اور نوجوانوں کے عین مفاد میں ہے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ ایک بالکل بے معنی بات لگے گی کہ اسکول میں ایک طالب علم دنیا کے متعلق مادی نقطہ نظر اور اس سے متعلق سائنسی مواد تو حاصل کر رہا ہے لیکن ساتھ ساتھ مذہب کے پیش کردہ فطرت اور سوسائٹی کے متعلق نظریاتی خیالات اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ نادیڈا کرپسکایا کا کہنا ہے: "اسکول کی چرچ سے علیحدگی سوشلسٹ پروگراموں کا تقاضا تھی نہ صرف منطقی اعتبار سے بلکہ بچے کے حقوق کے مد نظر بھی۔ بچوں کو سائنس کی تردید کرنے والے بیانات ذہن نشین کرنے سے محفوظ رکھنا چاہیے۔" بچوں کو اور نوجوانوں کو عالمگیر سائنسی ٹیکنالوجی کی جسامت اور اخلاقی تعلیم فراہم کرنا اور ان کی پرورش کرنا سوویت مملکت کی ذمہ داری ہے لیکن وہ مذہبی تعلیم میں حصہ نہیں لیتی۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد سے متعلق سوویت دستور بچوں کو گھر میں مذہبی تعلیم دینے سے نہیں روکتے بشرطیکہ وہ مسلمہ قوانین کی پابندی کریں دستور کے ذریعہ عائد کردہ قوانین بچوں کو مذہبی عقائد جبراً ذہن نشین کرانے سے روکتے ہیں جو سوویت دستور کے حقیقی انسانی جوہر کا اظہار ہے۔

مطالعہ روس کے بورژوائی ماہرین سوویت دستور کے مذہبی عقائد سے متعلق اس حصے پر بھی خاص طور پر تنقید کرتے ہیں جو چرچ کی خیراتی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ جب یہ حق چرچ کو سرمایہ دار ممالک میں حاصل ہے تو آخر سوویت یونین میں کیوں نہیں ہے؟

چرچ، اسپتالوں، یتیم خانوں، معذروں کے گھر، بوڑھوں کے ہوسٹل اور دوسرے



نام نہاد خیراتی اداروں کا ایک بڑا جال قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کے ذریعہ بورڈوں کی
 آبادی پر خود اپنا اثر مستحکم بناتے ہیں۔ چرچ کی تمام اقسام کی خیراتی سرگرمیاں
 عوام کے خیالات پر اثر انداز ہونے میں بورڈوں کی مدد کرتی ہیں اور اس طرح
 آزادیِ ضمیر کے اصول کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔

اس ملک میں مذہبی تنظیموں کو خیراتی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی
 کیونکہ عوام کی مذہبی ضروریات پورا کرنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ایسی
 کسی سرگرمی کی عملی طور پر کوئی ضرورت ہے۔ ایک سوشلسٹ سوسائٹی میں جہاں آبادی
 کی بہبود کا اعلیٰ معیار حاصل کیا جا چکا ہے جس سے انلاسن بھوک اور سیریزگاری
 کا خاتمہ کیا جا چکا ہے جہاں سماجی تحفظ کا ہر مسئلہ محنت کش افراد کو مناسب
 تفریحی سہولیات کی فراہمی اور آبادی کو مناسب ثقافتی اور تعلیمی کام کی فراہمی سوشلسٹ
 مملکت کی ذمہ داری ہوتی ہے کیونکہ سوویت عوام کی خوشحالی کا معیار مسلسل بہتر ہوتا
 جا رہا ہے کام کرنے کے حالات اور حالاتِ زندگی بہتر ہوتے جا رہے ہیں عوام کی
 صحت، تعلیم اور ثقافت ترقی پا رہی ہے تو پھر چرچ کی خیرات بالکل بے معنی بن جاتی ہے۔
 تو اس طرح سوویت مملکت کسی بھی مذہب کے لئے عبادات کرنے کے لئے تمام
 ضروری حالات مہیا کرتی ہے لیکن ان سے صرف ایک بات کا تقاضا کرتی ہے وہ ہے
 قانون کی مکمل پابندی۔



سوویت قوانین مذہبی اجلاسوں کے ایسی سیاسی سرگرمیوں کے لئے استعمال کو
 ممنوع قرار دیتے ہیں جو مملکت کے مفادات کے خلاف ہو جن کا مقصد مذہب پرستوں
 کو ان کے شہری فرائض کی انجام دہی سے روکنے پر اکسانا، بیلک اور سیاسی زندگی میں
 حصہ لینے سے روکنا، ان کو ایسی رسومات انجام دینے پر اکسانا جس میں مذہبی جنون پر



مبغی ظلم شامل ہو اور جس سے شہریوں کی صحت متاثر ہوتی ہو یا تعصب پیدا کرنے کے لئے دھوکہ دہی یا فریب پر مبنی سرگرمیاں جاری رکھنا ہو اس کے علاوہ مذہبی انجمنوں کو مذہبی افراد کو کسی قسم کی رقومات ادا کرنے پر مجبور کرنے کا حق بھی نہیں دیا جاتا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام تقاضے خالص انسانیت پر مبنی خصوصیات کے حامل ہیں یہ چرچ کی مملکت سے علیحدگی کے اصول کی نہ تو خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ ہی کسی طرح سے آزادیِ ضمیر کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

سوویت دشمن بورژوائی پروپیگنڈا ان مطالبات کو چرچ کی آزادی پر پابندی قرار دیتا ہے ہمارا جواب یہ ہے کہ دنیا میں ایک بھی ایسا ملک نہیں ہے جو مذہب کے بھیس میں دستور کی اور عام مسلمہ معیار کی خلاف ورزی برداشت کرے۔ مذہب پرست اس وقت تک خود ساختہ قوانین پر عمل کر سکتے ہیں جب تک کہ یہ قوانین مملکت کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

یہ بات تاکیداً دہرائی جاتی ہے کہ سوویت دستور خصوصی قانونی معیار قائم کرتا ہے جو مذہب پرستوں، مذہبی انجمنوں اور چرچ کے اراکین کے جائز حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف تحفظ فراہم کرتے ہیں یہ قوانین مذہبی رسومات اور تہواروں کی ادائیگی میں دخل اندازی نہ کرنے کی اس وقت تک ذمہ داری لیتے ہیں جب تک کہ یہ عوامی نظم و نسق یا شہری حقوق کو درہم برہم نہیں کرتے۔ مذہب پرستوں کے خلاف کسی بھی قسم کے ناروا سلوک اور ان کے عقیدے کے کسی بھی قسم کی خلاف ورزی کی سختی سے ممانعت ہے۔ سوویت یونین کی سپریم سوویت کی پریزیڈیم کے ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء کے حکم اور دوسرے یونین ریپبلکوں کے مماثل فیصلوں کے مطابق کسی بھی شہری کے مذہبی رجحانات کی بنا پر اسے ملازمت دینے سے انکار کرنا یا کسی تعلیمی ادارے میں داخلہ دینے سے انکار کرنا، کسی تعلیمی ادارے سے یا ملازمت سے نکالنا، قانون کے



تحت مسلمہ شہری مراعات و فوائد سے محروم رکھنا یا ان کے حقوق کی خلاف ورزی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

سوویت یونین میں چرچ اور مملکت کے درمیانی تعلقات لینن کے حقیقی سائنسی اصولوں پر مبنی ہیں۔ سوشلسٹ تعمیر کے ہر مرحلے پر سوویت مملکت کی مذہب چرچ اور مذہب پرستوں سے متعلقہ پالیسی کا سب سے بڑا مقصد کمیونسٹ تعمیر کے سماجی و اقتصادی اور سیاسی مسائل کے حل کے لئے سوویت سوسائٹی کو یکجا کرنا ہے۔ سوویت یونین کا ہر شہری چاہے آرٹھوڈوکس ہو یا کیتھولک، پتیسٹ ہو یا یہودی، مسلمان ہو یا بدھی کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو یا منکر ہمارے ملک میں اسے مساوی حقوق حاصل ہیں اور اسے اس کے پیشہ ورانہ اور سوشل سرگرمیوں کو ترقی دینے کے تمام مواقع حاصل ہیں۔



حوالہ جات

۱۔ وی آئی لینن۔ مجموعہ مضامین ماسکو

جلد ۱۰ صفحہ ۴۸

۲۔ گزٹ آف آر ایس ایف ایس آر سپریم سوویت ۱۹۷۵ء

شمارہ ۲۷ (روسی زبان میں)

۳۔ سوویت یونین کے طلباء جو حالیہ طور پر مختلف ممالک میں زیر تعلیم ہیں، پتیسٹ،

لوکاؤ کے قبضے میں (عوامی جمہوریہ جرمنی)، پتیسٹ سیمی ناری ہیں۔ کیتھولک،

پیرس کیتھولک انسٹیٹیوٹ اور دارسا کے ہائیر کیتھولک اسکول میں مسلمان اردن کی

اسٹیٹ یونیورسٹی اور لیبیا کی اسلامک یونیورسٹی میں۔ بدھی، نیپال میں،

ڈیہاسکس یونیورسٹی میں اور یولان باطور میں ہائیر بڈھسٹ اسکول میں۔

۴۔ گزٹ آف دی یو ایس ایس آر سپریم سوویت ۱۹۷۳ء



شماره ۳۰ صفحہ ۳۹۲

۵۔ انقلابِ اکتوبر کی چرچ اور مذہب پر نمایاں شخصیت، ماسکو ۱۹۶۸ء

صفحات ۱۱۵، ۱۱۷ (روسی زبان میں)



سیکولرازم اور سوشلزم کا روحانی تمدن



دنیا کے متعلق مارکسی اور لیننی نظریے کی تشکیل میں جو سوویت عوام کی روحانی دنیا کا مرکزی نقطہ ہے، سیکولرازم سب سے اہم عنصر ہے۔ سائنسی سیکولرازم صرف مذہب کی نفی نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے یہ نمایاں طور پر تمام فلسفیانہ اور اخلاقی حیثیت کی غالب قدر کے طور پر کام کرتے ہیں جو انسان کو فطرت اور سوسائٹی کی نشوونما کے واقعیت پسندانہ قوانین کے علم سے آگاہ کرتا ہے یہ اسے شخصی جائیداد کی انفرادیت سے آزاد کرتا ہے، زندگی کے معمولات کی جانب مثبت نقطہ نگاہ پیدا کرتا اور سوویت معاشرے کے ثقافتی اقدار کے نظام میں ایک اہم جگہ حاصل کرتا ہے۔



انسانیت کی سب سے بڑی خدمات میں سے ایک جو مارکس، اینگلس اور لینن نے انجام دی وہ تمدن کو مذہب کی قید سے چھٹکارا دلانے کا عملی کارنامہ تھا جس کا وائس نظریاتی ثبوت انہوں نے تاریخ میں پہلی دفعہ پیش کیا۔ حتیٰ تجزیے میں اس کارنامے کا مطلب ایسے حالات زندگی پیدا کرنا ہے جن میں انسانیت تاریخ کے ایک حقیقی کردار کے معیار تک پہنچنے کے اور ایک متوازن شخصیت کا



حامل انسان بننے کے صحیح معنوں میں قابل ہو سکے۔ کلچر کو مذہب سے آزاد کرنے کا مسئلہ سب سے زیادہ انسان اور فطرت کے اور خود انسانوں کے باہمی تعلقات کو تبدیل کرنے کی ضرورت سے ظاہر ہوتا ہے بلاشبہ یہ بات ان کی آگاہی میں بعض تبدیلیوں اور ماہیتی طور پر روحانی نشوونما کے ایک نئے درجے پر مبنی ہے۔

یہ دنیا کے متعلق مذہبی نظریہ ہی تھا جس نے ایک ایسی صورت حال کے پیدا ہونے میں مدد دی جس میں ہزاروں سالوں کے عرصے میں سوسائٹی کی مادی سماجی اور روحانی طاقتوں نے مختلف غاصبانہ شکلیں اختیار کیں جس میں انسانی روح نے خود اپنی مخالفت کی کیونکہ انسان کی غاصبانہ تعمیری قوتیں استبداد کے لئے استعمال ہوئیں۔ انسانی تہذیب میں یہ الم ناک دور حادثاتی نہیں تھا۔

اس وقت کی سوسائٹی کے ناپختہ مادی حالت اور خود سماجی طاقتوں کی وجہ سے اس سے مفر حاصل کرنا ممکن نہ ہو سکا اور اس ناپختگی نے مذہب کی نشوونما کے لئے ذرخیز زمین کا کام کیا۔

مارکس نے لکھا "حقیقی دنیا کا مذہبی رد عمل کسی بھی صورت میں صرف اسی وقت ختم کیا جا سکتا ہے جب روزمرہ زندگی کے عملی تعلقات انسان کو اپنے ساتھ انسانوں اور فطرت کے معاملے میں صرف مکمل طور پر قابل فہم اور معقول تعلقات کی پیش کش کریں۔"

سوسائٹی کے زندگی کے عمل پر سے جو مادی پیداوار کی بنیاد پر قائم ہے، اس وقت تک پراسرار پردہ نہیں اٹھایا جا سکتا جب تک کہ اسے آزادانہ اشتراک کے حامل انسانوں کی پیداوار نہ سمجھا جائے اور اسے وہ ایک طے شدہ منصوبے کے مطابق باقاعدہ سرانجام نہ دیں۔ تاہم یہ کام سوسائٹی سے ایسے مخصوص ٹھوس بنیادی کام یا حالات زندگی کا تقاضی ہے جو بذات خود ترقی کے ایک



طویل اور تکلیف دہ عمل کی اچانک پیداوار ہے۔“

انسان مذہب سے صرف اس حد تک چھٹکارہ پاسکتے ہیں کہ جس حد تک وہ اپنی حقیقی تعمیری اہلیت اور خود اپنی کاوشوں سے دنیا کو بدل دینے کی صلاحیت کا استعمال کریں۔ انسان کی عملی سرگرمی ناگزیر طور پر اس کے دل میں حقیقت کی سچائی کا خیال ڈال دیتی ہے۔ تاریخی تجربات شاہد ہیں کہ مشقت کا عمل خود انسان کو تبدیل کر دیتا ہے جب انسان نہ صرف مادی بلکہ غیر مادی روحانی کلچر کی تعمیر کرتا ہے تو فطرت کے متعلق اس کا علم وسیع اور عمیق ہوتا ہے اور اس کی داخلی دنیا مالا مال ہو جاتی ہے یہ تعمیر کا عمل ایک ٹھوس مادی بنیاد سے ابھرتا ہے اور مادی اشیاء کے فروغ میں ایک واضح حالت کا اظہار کرتا ہے۔ روحانی تمدن پر ہمیشہ سوسائٹی کی سماجی و اقتصادی نشوونما فیصلہ کن انداز میں اثر انداز ہوتی ہے اور اس کی ایک ٹھوس تاریخی فطرت ہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے بورژوائی سوشیالوجسٹ یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ روحانی تمدن ناقابلِ تغیر ہے اور اس کا سرچشمہ مذہب ہے مذہب اور روحانی تمدن کی شناخت میں یہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ نظریات جو نظام تمدن میں مذہب کے کردار کو قطعی قرار دیتے ہیں انہیں سائنسی رنگ دینے کی اپنی مختلف کوششوں کے باوجود دراصل روایتی دینی صورت حال سے کہیں دور کا تعلق رکھتے ہیں۔

دنیا کے نقطہ نگاہ سے مذہب کی غلط بیانی اسے روحانی تمدن کی تاریخ سے خارج کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ انسانی تاریخ کے بعض ادوار میں مذہب نہ صرف اظہار حقیقت کی سب سے پہلی شکل تھی بلکہ کارل مارکس کے الفاظ میں، ”اس دنیا کا عام نظریہ، اس کے مخزن علوم کا خلاصہ، اس کی منطق کی معروف شکل.... اس کی اخلاقی منظوری تھی...“



مذہب کی اس دسترس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تمدن کی نشوونما کا تعلق غیر منطک طور پر سیکولرائزیشن کے عمل سے ہے یعنی انسانوں کی مذہبیا نہ رجحان سے غیر مذہبیا نہ رجحان میں تبدیلی.....

سیکولرازم تمدن کو ایک عوامی ذریعہ استبداد سے چھٹکارہ حاصل کرنے اور اس کی ہمہ گیر نشوونما کے ایک ذریعے میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس طرح ایک نئے تمدن کی تشکیل کے لئے ایک ضروری شرائط بن جاتا ہے جو سوسائٹی کی سوشلسٹ تنظیم کی ضروریات اور مقاصد سے مطابقت رکھتا ہے۔



سوشلسٹ تمدن عالمی تمدن کی ترقی کا بلند ترین درجہ ہے ایک جانب یہ محنت کش افراد اور ان کے محافظ دستے یعنی محنت کش طبقے کی جانب اپنے صاف اور واضح رجحان کے لحاظ سے اور اپنی پارٹی اسپرٹ کے لحاظ سے جو محنت کش طبقے اور کمیونزم کے لئے کام سے ظاہر ہوتی ہے سابقہ اور موجودہ دور کے تمدنی نظاموں سے بنیادی طور پر مختلف ہے دوسری جانب دنیاوی تہذیب کی کامیابیوں پر انحصار کرتے ہوئے یہ دنیا کے انسانوں کی تشکیل کردہ تمام بہترین اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ ترقی پسند عناصر کو اپنے اندر جذب کرتا ہے۔

آج ہمیں یہ دعویٰ کرنے کا پورا حق حاصل ہے کہ پوری طرح پختہ کار سوشلزم کا تمدن سوشلسٹ طریقہ زندگی کی تشکیل کرنے اور اسے بہتر بنانے اور اس کے بلند ترین مقصد یعنی نئے انسان کو تعلیم دینے کا ایک با اعتبار ذریعہ ہے اس تمدنی و تاریخی عمل کا نیا رخ مذہب کی تصوراتی روحانی اقدار کی نفی کرتا ہے اور دنیا کے متعلق مادی نقطہ نگاہ اس کا تحریری عنصر بن جاتا ہے سوویت یونین کی مختلف قومی ری پبلکوں اور ریجن میں کئے جانے والے عوامی مطالعاتی جائزوں سے اس



بات کا یقین بخش ثبوت ملا ہے کہ مذہب کا اثر آبادی کے تمام طبقاتی اور گروپوں پر سے یقینی طور پر کم ہو رہا ہے۔ سیکولر عقائد کافی وسیع طور پر پھیل چکے ہیں یہ تمام باتیں سوشل، سائنسی اور تکنیکی ترقی کے محنت کش طبقے کے شعور پر گہرے اثر کی علامات ہیں۔ سوشلزم میں ایسی ترقی عوام میں پیشہ ورانہ ترقی اور تعلیم کے بڑھتے ہوئے معیار اور تمدن کے ذریعے مادی دنیاوی نقطہ نگاہ کی تصدیق کرتی ہے۔

یہ حقیقت کہ سیکولر ازم سماجی ادراک میں اب ایک بڑے پیمانے پر واقع ہونے والا عمل بن چکا ہے ایک بنیادی طور پر اہم نتیجے کا ماخذ بنتی ہے۔ فی الحال مذہب کے خلاف روایتی پروپیگنڈے سے سیکولر ازم کے پروپیگنڈے کی جانب تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ مذہب کی یکسر تردید کرنے کے بجائے لینن کے مشورے کی روشنی میں سیکولر کام کے طریقوں کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے لینن کے مشورے کے مطابق عوام کو سیکولر پروپیگنڈے کے انواع و اقسام کے مواد اور زندگی کے مختلف میدانوں سے حقائق فراہم کرنے چاہئیں۔

سیکولر عقائد کی تشکیل تمدن کی کامیابیوں، سائنسی اور فلسفیانہ علم کے وسیع میدان، کمیونسٹ اخلاق کے اصولوں اور نئے طریقے زندگی کے عملی اطلاق کی بنیادوں پر کی جانی چاہیے۔

سیکولر تعلیم پر عمل کے دوران سوشل سائیکالوجی میں مرتب شدہ اس بیان کا اطلاق کرنا چاہیے کہ عوامی حکومت ذرائع ابلاغ، اخبار، ریڈیو، ٹی وی، سینما وغیرہ آبادی کے ایک بڑے حصے تک تمدن کی رسائی کا ذریعہ بنتے ہیں اور یہ بہ نسبت تردید کے ذریعے کے بطور اپنی بات منوانے کے آلہ کار کے زیادہ موثر ہوتے ہیں۔

بہ الفاظ دیگر دنیا کے متعلق شخصی نقطہ نگاہ غیر سائنسی نظریات و خیالات پر براہ راست تنقید کے بہ نسبت اسی وقت زیادہ تیزی سے اور بنیادی طور پر



تبدیل ہوتا ہے جب کہ ایسے خیالات و نظریات کی جگہ دوسرے خیالات و نظریات پیش کئے جائیں جہاں تک سیکولر پروپیگنڈے کا تعلق ہے یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ عوامی ذرائع ابلاغ کے ذریعے فلسفیانہ نظری، سائنسی اور انسانی علم کی ترویج کی جائے۔ سیکولر ازم کی سائنسی ماہیت اور اخلاقی و ثقافتی اقدار پر زور دیا جائے اور اس کے ساتھ روایتی مذہبی نظریات و عادات پر تنقید کی جائے۔

سیکولر ازم اور کلچر کے درمیان باہمی روابط اور عمل نوعیت کے اعتبار سے جدلیاتی ہیں۔ سائنسی سیکولر ازم سوشلسٹ کلچر کے ترقی و نشرو نما کے لئے زرخیز میدان کا کام کرتا ہے جب کہ مؤخر الذکر دنیا کے سائنسی مادیاتی نقطہ نگاہ کی ترویج اور اس کو نوانے میں حصہ لیتا ہے۔

اس ضمن میں سابقہ نسلوں کی حاصل کردہ تمام روحانی دولت کی سیکولر تشخیص بشمول ثقافتی ورثے اور چرچ کی طرز تعمیر اور مصوری کے شاہکاروں کے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ عوام کی ثقافتی روایات اور روحانی تاریخ کی تشخیص میں واضح طبقاتی معیار کے ذریعے ہم سچی اقدار اور جھوٹی اقدار کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں یہ وہ عناصر ہیں جو ہماری پیشقدمی میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ وہ دوسرے عناصر ہیں جو اس میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر قوم کے روحانی ورثے روایات اور روزمرہ زندگی میں اچھے عناصر کے ساتھ ساتھ خراب عناصر بھی شامل ہوتے ہیں لہذا درپیش امر یہ ہے کہ ان تمام فرسودہ عناصر سے چھٹکارہ حاصل کیا جائے جو سوویت شہری زندگی کے معیار و اصولوں کے خلاف ہوں۔

ذہن میں یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ سوشلسٹ رسومات، سوویت طریقہ زندگی اور اس کی روحانی اقدار کے پروپیگنڈے کے نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔



سوویت تہواروں اور رسومات کو ان مذہبی تہواروں اور رسومات کے دو بدولانا
چاہئے جو مذہب کا ایک اہم تمدنی عنصر ہیں۔

یوکرین میں سوشلسٹ رسومات منانے سے متعلق بعض تاریخی تجربات ہوئے ہیں
کئی گاؤں میں لوگ چرچ کی رسومات کو سہول گئے ہیں کیونکہ ان کی جگہ نئے جشنوں نے
لے لی ہے مثلاً کمیونٹی میں اجتماعی کاشت کاری کا آغاز پہلی بار ہل کا چلانا، جنگی

ہیروؤں کو خراج عقیدت اور خاندانی رسومات کا ایک پورا سلسلہ، نئی رسومات،

کو رائج کرنے کے مسئلے پر زیادہ توجہ دینے کی وجہ سے ان کے پھیلنے میں بڑی مدد ملی

ترقی یافتہ سوشلسٹ سوسائٹی میں سائنسی سیکولر کام کے ٹوٹرین کو بڑھانے

کے نئے امکانات کی راہیں پیدا ہو گئی ہیں۔ سوویت اصلیت اور مختلف اقسام کے

بڑے پیمانے پر پروپگنڈے کے زیر اثر مذہبی اعتقادات ختم ہو جاتے ہیں۔ نئی سوسائٹی

کی تعمیر میں مذہب پرستوں کی شرکت سے ان کے مذہبی عقائد کے ختم ہونے اور نئی

نسل میں ان عقائد کی منتقلی کا عمل منقطع ہونے کے لئے سازگار ماحول پیدا ہو جاتا

ہیں۔ تمدن اور مذہب کے باہمی روابط کا مسئلہ شدید نظر یاتی جدوجہد کا باعث

ہے۔ بورژوائی مذہبی پروپگنڈہ غلط بیانی کے ساتھ مذہب کو بطور ابدی روحانی

اقدار کے مال خانے کے پیش کرتا ہے۔ ان غلط بیانیوں نے تاریخ کے کئی ادوار میں

مذہب کی جانب سے سماجی اور دانشورانہ ترقی کی مخالفت کو چھپانے کی بڑی کوششیں

کی ہیں۔

روس میں عیسائیت کے متعارف ہونے کی ہزاروں سالگرہ کے موقع پر مذہبی

پروپگنڈہ کرنے والے مذہب میں دلچسپی کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کر رہے

ہیں جو ان کے مطابق روسی تمدن کی بنیاد ہے۔ عیسائیت کو روحانی ثقافتی اقدار

کی تشکیل اور بشمول جدید انسان کی روحانی نشوونما کی تشکیل کو فروغ دینے



والے مذہب کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے۔

ان جہلسازیوں کا پردہ چاک کرنے میں یہ ثبوت اہم کردار ادا کرتا ہے جو بتلاتا ہے کہ صرف افراد ہی تاریخ کے بشمول روحانی تاریخ کے حقیقی خالق ہوتے ہیں۔ مختلف یادگاروں اور آثار قدیمہ کے کوائف بتلاتے ہیں کہ دورِ ما قبل عیسائیت میں کیوروس میں روحانی تمدن کے عناصر پہلے سے موجود تھے جیسے جیسے انسان نے ترقی کی اور ایک دوسری فطرت کی تشکیل میں حصہ لیا، اس کی روحانی دنیا نے بھی جو تمام سماجی تعلقات کا اظہار تھی، ایک شکل اختیار کی۔ اصل حقیقت کو عجیب و غریب تصوراتی شکلوں میں ظاہر کرتے ہوئے مذہب کو مجبوراً تمدن کی کامیابیوں پر انحصار کرنا پڑا۔

مذہبی افراد سوویت دشمن پروپیگنڈا کرنے والوں کے ساتھ مل کر حقیقت پسند محققین کا سوانگ بھرتے ہیں۔ مثال کے طور پر روم میں ایک سمپوزیم میں اس بات پر اصرار کیا گیا کہ یوکرین کا دنیاوی نقطہ نگاہ دراصل ایک مخصوص مذہبی پن بلکہ الوہیت سے پر اسرار روابط کی خصوصیت ہے۔ ان تمہیدوں سے مذہب پرست نیشنلسٹ نظریہ نگاروں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یوکرین اور روس کی ترقی کی تاریخی راستے مخالف سمتوں میں گامزن تھے اور یہ کہ یوکرین سوشلسٹ نظریات مطابقت نہیں رکھتا۔ اسی طرح کی جہلسازیاں وسط ایشیا کے لوگوں کی زندگی میں اسلام کا بنیادی کردار ثابت کرنے اور بالٹک ری پبلکوں میں تمدن کی ترقی میں کیتھولک مذہب کا بنیادی کردار ثابت کرنے کی کوششوں میں استعمال کی گئیں۔

آج کل مذہبی نظریہ نگار تاریخ کا نئے نئے ہرے سے مطالعہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ یہ تاثر قائم کیا جاسکے کہ تہذیب کے تمام مراحل میں بشمول موجودہ دور کے مذہب نے ایک مثبت کردار ادا کیا ہے۔ کئی بورژوائی محققین روحانی



تمدن کے مستقبل کی کڑی ایک مذہبی نشاط ثانیہ اور سوسائٹی کے سیکولرازم کے چٹکارہ پانے سے جوڑتے ہیں۔ اس الزام کو کہ سوویت یونین میں عیسائی بہ نسبت ایک نظام عقائد کے ایک تمدنی آماج گاہ کے طور پر اس مذہب پر قائم ہیں، اس مقصد کی حمایت میں پیش کیا جاتا ہے۔

یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ عیسائی تمدن کو دوبارہ بیدار کرنے، روسی اور یوکرینی عوام کی فطری مذہبی خصوصیت کے مطابق دلائل پیش کرنے سے کس کو فائدہ پہنچتا ہے؟ ان قیاس آرائیوں کا مقصد واضح طور پر یہ ثابت کرنا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف دنیا کا سوشلسٹ نظام صرف تاریخ کی ایک لہر ہے جب کہ عیسائی تہذیب و راصل بنیادی اور ابدی وجود رکھتی ہے۔

اپنی کتاب *ON THE SIGNIFICANCE OF MILITANT MATERIALISM* میں لینن نے توہم پرستی اور فریب کے خلاف جو ایک سیاسی تنظیم کی حیثیت سے چرچ کے ہتھیار ہیں جنگ کرنے کو کہا ہے۔

سیاسی مذہب پرستی سامراجی طاقتوں کے روحانی ہتھیار کے طور پر اب کمیونزم امن اور ترقی کے نظریات کے خلاف محاذ آرائی کے لئے استعمال کی جانے لگی ہے۔ اس محاذ آرائی میں یہ نیشنلسٹ موقف کی حمایت کرتی ہے۔ مسلمان، آرتھوڈوکس عیسائی یہودی اور دوسرے طریق ہائے زندگی کی سوشلسٹ طریقہ زندگی سے مخالفت کا تعلق ہمیشہ ایک مخصوص قوم کی رکنیت کی بنا پر رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذہب کا اصول یہ الزام ہے کہ سوشلزم کے زیر اثر قوم اور مذہب کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور تمدن کی مذہبی بنیادیں مسمار ہو جاتی ہیں۔ مذہب پرست عمومی طور پر مذہب کے زوال کو قومی تمدن اور انسانیت کے تمدن کے زوال کی وجہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ الزامات فضول ہیں۔ سیکولرازم انسان میں انسانیت کو مستحکم بنانے کے ذریعے اسے روحانی طور پر بلند



کرتا ہے یہ ترقی پسند نظریات اور تمدن کے سفیر کے طور پر کام کرتے ہوئے سوویت قوم
کی بطور کمیونسٹ تعمیر کے بانیوں کے طور پر کام کرنے کے مشن میں مدد کرتا ہے۔



حوالہ جات

- کارل مارکس "کیپٹل" ماسکو ۱۹۴۹ء
کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز "مجموعہ مضامین" ماسکو ۱۹۷۵ء
وی آئی لینن "مجموعہ مضامین" ماسکو۔



میخائل نوویخوف

نئی کونیا کورا

روسی آرٹھوڈوکس چرچ



روس میں اس وقت ۵۴ مختلف عقائد اور چرچ سرگرم عمل ہیں جن میں سب سے بڑا چرچ روسی آرٹھوڈوکس چرچ ہے اس کے تصرف میں ہزاروں چرچ موناسٹریاں، کلیساؤں، ایکٹیمیاں اور سیمیناریاں پادریوں اور دینیات کے ماہرین کی ایک بڑی باڈی ہے جو مذہبی نظریات کی ترویج کی ذمہ دار ہے سوشلزم کے زیر اثر دور کے عقائد کی طرح آرٹھوڈوکسی بھی ایک شدید بحران کا شکار ہے۔ چرچ کا اثر اور اس کا وقار نمایاں طور پر کم ہوتا جا رہا ہے اور اس کے خیالات و نظریات اپنی قد کھوتے جا رہے ہیں خود اس کے اپنے مفکرین کے مطابق مذہبی تنظیموں سے رابطہ رکھنے والے افراد کی تعداد روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے اور بہت کم افراد اپنی زندگی مذہبی قوانین کے مطابق گزارتے ہیں۔

مذہب کا اثر کم ہونے کے ساتھ ساتھ پادری اس کی حفاظت کے طریقے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا مقصد مذہبی تصورات کو جدید بنانا ہے تاکہ وہ حالیہ نظریات کے موافق ہو سکیں اور اس طرح بحران پر قابو پایا جاسکے اس کے لئے آرٹھوڈوکس چرچ، مذہب پرستوں کی مختلف اقسام اور گروہوں پر توجہ دیتے ہیں جو مذہب کی بنیادی اصولوں کی تشریح کے لئے استعمال ہونے والے مختلف طریقوں اور ذرائع کے



متعلق مختلف خیالات رکھتے ہیں اس کی وجہ سے آرتھوڈوکس چرچ میں متعدد رجحانات پیدا ہو گئے ہیں۔

چرچ کے مختلف مراتب کے پیشوا اور پادری ان ہم عصر سماجی و اقتصادی اور سماجی و سیاسی مسائل کی ایک نئی تشریح کے حامی ہیں جو سماجی ترقی و تبدیلی کے عمل کی پیداوار ہیں یہ اپنے سابقہ اخلاقی ضوابط اور معیاروں پر نظر ثانی کر رہے ہیں جن کا اطلاق مذہب پرستوں کی روزمرہ زندگی اور کام سائنس تمدن اور شہری فرائض کے متعلق ان کے رویوں پر ہوتا ہے یہ نقطہ نظر اب غالب طور پر رائج ہے جیسا کہ ۱۹۷۱ء میں روسی آرتھوڈوکس چرچ کی لوکل کونسل نے تصدیق کی اور گرگورین، بلغارین اور رومانیہ پیشواؤں اور دوسرے آرتھوڈوکس چرچوں نے اسے دہرایا ہے۔ تاہم تمام ماہر دینیات اور چرچ کے پیشوا جو مذہب پرستوں کی بدلتی ہوئی سوچ کے مطابق سماجی و سیاسی، اخلاقی اور عملی عقائد کو جدید بنانے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے دین کی اس مصمم جدید طریقے پر جدید خطوط پر استوار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ طویل عرصے سے رائج عقائد اور ضوابط سے متعلق نظریات پر نظر ثانی کرنے سے پہلے سے متزلزل چرچ کی صورت حال کو مزید نقصان پہنچنے کا احتمال ہے ان کے نظریے کے مطابق چرچ کی زندگی اور کام کے روایتی طریقوں پر سختی سے کاربند رہنا ہی مذہب کو محفوظ رکھنے میں ایک مستحکم کردار ادا کرے گا باقی ہمہ وہ لوگ جو پورے مذہبی ڈھانچے کی تجدید کے حامی ہیں وہ غالب اکثریت میں ہیں اور انہیں کافی حمایت حاصل ہے پادریوں اور چرچ سے تعلق رکھنے والوں کے حلقوں میں بھی انتہا پسندوں کے چھوٹے گروپ بھی ہیں جو زیادہ تر سماج دشمن سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ مذہب کے ماننے والوں اور سیکولر افراد کے درمیان منافرت اور مخالفت پیدا کرتے اور ان مذہبی پیشواؤں کو مشکوک سمجھتے ہیں جو مذہبی عقائد سے متعلق



سوویت قانون اور سوویت یونین کے دستور کی پابندی کرتے ہیں مذہبی نعروں کی آڑ میں یہ انتہا پسند جو صرف خود اپنی ہی ترجیحی کرتے ہیں خالصتاً ذاتی مفاد چاہتے ہیں مذہبی مراکز اور پادری حضرات کے علاوہ مذہب پرستوں کی ایک غالب اکثریت ان انتہا پسندوں کی سرگرمیوں کی مذمت کرتی ہے۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے اہم رجحانات میں آج کل ایک غالب رجحان سماجی و سیاسی نظریات کی تجرید اور عقائد و ضوابط کے بعض پہلوؤں پر مختلط طریقے سے اول میانہ روی کے ساتھ نظر ثانی کرنا ہے۔ روسی آرٹھوڈوکس چرچ نے ۱۹۲۰ء کے عشرے کے وسط میں اپنی سابقہ شہنشاہیت کے جانب رجحان ترک کر دیا تھا اور رفتہ رفتہ اس نے نئے سماجی اور سرکاری نظام پر کاربند ہونا شروع کر دیا اور آخر کار سوویت حکومت کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کی حمایت کرنے لگا۔

آرٹھوڈوکس چرچ کا یہ رجحان خصوصی طور پر حالیہ سالوں میں نمایاں ہو گیا ہے اس میں امن کے قیام اور استیقام بین الاقوامی کشیدگی کو دور کرنے کی جدوجہد ایٹمی ہتھیاروں اور دوسرے بڑے پیمانے پر تباہی مچیلانے والے ہتھیاروں کے پھیلاؤ اور استعمال کو ختم کرنے، ماحولیاتی تحفظ اور زندگی کے معیار سے متعلقہ مسائل شامل ہیں یعنی ہر وہ چیز جسے انسانی معاشرے کو بہتر بنانے میں عیسائیت کا حصہ کہا جاتا ہے روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے سرکردہ افراد نے سرمایہ دارانہ نظام استحصال اور قوموں کو غلام بنانے کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے انہوں نے فتوحات کے لئے کی جانے والی جنگوں اور نوآبادیوں کی لوٹ مار کو آشکار کیا اور مختلف ڈکٹیٹر حکومتوں کی مذمت کی جنہیں بین الاقوامی سامراجیت کی حمایت حاصل ہے۔

اس ملک میں سوشلسٹ تبدیلیوں کو تسلیم کرنے کے مقصد کے تحت آرٹھوڈوکس چرچ کی حالیہ سماجی ہدایات کمیونسٹ تعمیر کے عملی پروگرام کی حمایت کرتی ہیں۔ یہ



عوام کے مفاد میں سوشلسٹ سوسائٹی کی اقتصادی و سیاسی بنیادوں کی اہمیت پر اس کی کارکردگی کی اہمیت، انصاف اور سچے انسانی جذبے کی بناء پر زور دیتی ہیں آرٹھوڈوکس چرچ کے مفکرین کا سوشلسٹ سوسائٹی کے سماجی و سیاسی، سماجی و اقتصادی، اخلاقی ماحولیاتی، سائنسی اور دوسرے نظریات کی موافقانہ تشریح کی جانب یہ رجحان ان کے پیروکاروں کی غالب اکثریت کے خیالات سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے اور اسے ان کی منظوری حاصل ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ سچے انصاف، مساوات اور انسانیت کی بنیادوں پر ترقی پسندانہ سماجی تبدیلیوں کے اطلاق کی مذہبی مشیروں کی اپیلوں کا براہ راست تعلق مذہبی فلسفیانہ اصولوں کی تشکیل سے ہے جن کا مقصد عیسائیت کی کھوکھلی حیثیت کو مستحکم بنانا ہے آرٹھوڈوکس مفکرین ہر موقع پر یہ بات کہنے پر زور دیتے ہیں کہ انصاف وہ ہے جس کا اطلاق انسانی ماحول، قدرتی وسائل ٹیکنالوجی ملکیت اور استحصال کے نظام، سماجی اور شخصی استعمال، آنے والی نسلوں کے مستقبل کا خیال، دنیا کے مستقبل کے متعلق فکر.... وغیرہ پر ہوتا ہے ان کی اس بات کا منبع اس بات کو قرار دیا جاسکتا ہے کہ انصاف کی قلمرو میں تمام تخلیق آتی ہے۔ لہذا چرچ کے لئے سماجی و سیاسی مسائل کا نہ منقطع ہونے والا رابطہ مذہبی خیالات کی تشکیل سے ہے اور یہ مذہب کے سنگ بنیاد کو سہارا دینے کا کام کرتا ہے۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی تشکیل نو صرف سماجی و سیاسی اور سماجی و تاریخی مسائل کی نظر ثانی تک محدود نہیں ہے۔ آرٹھوڈوکسی کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں ایک انفرادیت یہ پائی گئی کہ آرٹھوڈوکسی عقائد سے متعلقہ اصولوں کو روکے بغیر کئی مذہب دان اور پادری ان کی ایک نئے انداز میں تشریح کرتے ہیں اور عقائد کے بعض پہلوؤں کو منظر عام پر لاتے ہیں اور دوسروں کو ویسا ہی پس منظر میں



چھوڑ دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر بنیادی عیسائیت کے تصورات میں سے ایک یعنی نجات، کی تشریح مذہبی افراد کے ہم عصر خیالات کے نظام کی مطابقت میں کی جاتی ہے کچھ ہی عرصہ پہلے ایک شخص کی نجات، خوشی اور سہبود، چرچ کے مطابق ذات کی نفی اور گنہ آلود دنیا کی طمع سے بچنے سے حاصل ہوتی تھی جب کہ آج ماہر دینیات کی رائے میں عیسائیوں کا خود کو تنہا رکھنا اور باقی دنیا سے ان کی علیحدگی ان اعمال میں شمار کی جاتی ہے جن کی خالی حقیقتی نے مذمت کی ہے۔

مگر سماجی زندگی کو ترک کر دینا اب ایک مقدس فریضہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ایک غلط تشریح کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے جو عیسائیت کے اصل جوہر کو مسخ کر دیتا ہے آرتھوڈوکسی کے مطابق ایک سچا عیسائی وہ نہیں ہے جو اپنی دنیاوی زندگی سے نفرت کرے بلکہ وہ ہے جو اپنی محنت کے ذریعے انسانی وجود کو بہتر بنانے کے لئے اس میں مگر حصہ لیتا ہے۔

ہم عصر آرتھوڈوکس حمایت اب سماجی و سیاسی نظریات پر نظر ثانی کرنے تک محدود نہیں ہے حال یہ طور پر پورے مذہبی ڈھلچے کی بشمول دنیا اور انسان کے متعلق نظریات کے تشکیل نو کی جا رہی ہے۔ آرتھوڈوکس مفکرین آج فرد کے فطری رجحان کو مختلف معنی پہناتے ہیں۔ مثالی انسانی زندگی کی تصویر کی تشریح، خاندان اور ازدواجی تعلقات اور سماجی زندگی میں عورت کے کردار کی وضاحت مختلف انداز سے کرتے ہیں اب آرتھوڈوکس دینی مطالعہ اس قسم کے مسائل پر اپنی توجہ مرکوز کر رہا ہے جیسے عقائد اور علم اور سائنس اور مذہب کے باہمی تعلقات۔ آرتھوڈوکس سائنس کا یہ نیا رجحان سابق کی طرح سائنس کو مذہب کے خلاف لاکھڑا کرنے سے بچنے کی کوشش تو

کرتا ہے تاہم اسے مذہب کے دائرے میں شامل کر کے اسے مذہب کا مقصد پورا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

ہمارے خیال میں ان تمام باتوں کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں :- ہم عصر آرٹھوڈوکس عذر خواہان کے لئے نئے دلائل وضع کرنا ، مذہبی رجحانات کو ایک ایسے وقت مستحکم بنانا جب اس کا نظریاتی نظام اپنی قدر رکھ رہا ہے اور مذہبی بحران پر قابو پانا۔

مذہبی جدت پسندی خالص دینی تبدیلی نہیں ہے اور اس کا مذہب پرستوں کے شعور پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے مذہب میں جدت طرازی نے ابتدائی طور پر ان تبدیلیوں کی وجہ سے جنم لیا ہے جو مذہب پرستوں کی اکثریت میں ان کے لئے نئے سماجی اور سیاسی حالات زندگی کے زیر اثر رونما ہوئی تھی مذہبی جدت طرازی بدلتی ہوئی آگہی کا رد عمل ہونے کی بنا پر اس آگہی پر ایک مخالف اثر ڈالتی اور مذہبی رجحانات کے ایک نئے نظام کی تشکیل کرتی ہیں تاہم نو تشکیل شدہ نظام مذہب کے فلسفیانہ جوہر میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں لاتا۔



سوویت یونین میں دنیا کے متعلق سائنسی بنیادوں پر مادی نظریے کی شہرت عام حاصل کرنے کی وجوہات عمیق سماجی و اقتصادی تبدیلیاں ، پورا سوشلسٹ نظام اور دنیا کے متعلق ایک منطقی مادی نظریہ تھیں سوویت دور حکومت میں لوگوں کے خیالات میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور حامی اقدار کے متعلق نئے نظریات نے جنم لیا۔ کمیونسٹ ذہن اور سماجی مہر گرمیاں ، مذہبی تصورات کو رد کرنے اور سیکولر خیالات و نظریات کی ترویج کے لئے لازمی شرائط ثابت ہوئیں کئی مذہب پرستوں پر مذہب کی غلط بیابیاں اور زندگی کے مسائل کے جواب نہ دے سکنے کی نا اہلی عیاں ہو گئیں۔



مذہب اور چرچ کے منزل پذیر اٹرنے مذہب و انوں اور چرچ کو اس بات پر مجبور
 کر دیا کہ وہ عوام کی مذہب سے متعلق آگہی میں رو نما ہوتی ہوئی تبدیلیوں کو مد نظر رکھتے
 ہوتے مذہب کو برقرار رکھنے کے نئے طریقے تلاش کریں اس کوشش میں نئے حامیان
 آرٹھوڈوکس نے مذہب کے پرستاروں کے مختلف گروہوں اور اقسام کی مسلمہ عیسائی
 نظریات کی جانب ان کے مختلف رجحانات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مختلف راہیں اختیار کیں
 ہم عصر روسی آرٹھوڈوکسی اور جانات پائے جاتے ہیں روایتی پن اور جدت پسندی یہ
 آزادانہ طور پر منظم شدہ رجحانات نہیں ہیں۔

کئی ماہرین دینیات اور مذہبی پیشواؤں کا یقین ہے کہ سابقہ مسلمہ عقائد اور
 شرع سے متعلقہ نظریات پر نظر ثانی کرنے سے چرچ کی پہلے ہی سے کمزور حالت مزید
 خراب ہو سکتی ہے یہ لوگ آئیڈیالوجی کو اس کی غیر تبدیل شدہ روایتی شکل میں برقرار
 رکھنے پر زور دیتے ہیں۔ دوسرے ماہرین دینیات اور مذہبی پیشواؤں کے مختلف
 پہلوؤں کو اور ہم عصر مذہب پرستوں کے خیالات کے بدلتے ہوئے رجحان کو مد نظر رکھتے
 ہوئے سماجی اور اخلاقی فریضوں کو جدید بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں ان کی رائے
 کے مطابق پورے مذہبی ڈھانچے کی تجدید اسے جدید انسان کی نئی ذہنی سوچ کے
 قریب تر لے آئے گی اور اس طرح مذہب کی حیثیت کو استحکام بخش سکے گی جدت پسندی
 کا اثر پہلے سے زیادہ بڑھتا جا رہا ہے اور ان کے عقاید پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔

اگر روایت پسندوں اور جدت پسندوں کے درمیان اختلاف رائے اس نکتے پر ختم
 ہو رہا ہے کہ چرچ اور مذہب کے مفادات کو برقرار رکھنے میں کس کی پوزیشن بہتر ہے تو ساتھ
 ہی تمام حامیان آرٹھوڈوکس اپنے کچھ ایسے مخصوص قسم کے دلائل منظر عام پر لا رہے ہیں
 جیسے روحانی تمدن کی ترقی اور استحکام میں آرٹھوڈوکسی کا کردار، آرٹھوڈوکسی اور
 سماجی زندگی، آرٹھوڈوکسی اور سائنس وغیرہ۔



اس ضمن میں اہم سوالات میں سے ایک عقلی تمدن کی ترقی اور استحکام میں عیسائیت کا کردار اور اس سے متعلق چرچ کے تمدنی ورثے کا پرومپٹنگ ہے دینیات کے ماہرین بعض دفعہ اس بات کی توثیق کرتے ہیں کہ آج کل کے دانشور، خصوصاً نوجوان خدا کے وجود اور روح کے لافانی ہونے سے زیادہ تمدنی اور سماجی زندگی میں مذہب کے کردار میں دلچسپی رکھتے ہیں تعلیم یافتہ افراد کو رسومات یا خطبات کے ذریعے مائل کرنا مشکل کام ہے تاہم یہی افراد عیسائیت کی تمدن کی تاریخ کے ایک جزو لازم کی حیثیت پر بحث کرنے پر فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ مشاہدہ کرنے سے واضح العقیدہ ماہرین دینیات اس بات کا یقین کر لیتے ہیں کہ ان کے ذہنوں کو عیسائی اقدار تسلیم کرنے کی جانب روحانی طور پر مائل کرنے کے امکانات موجود ہیں۔

مذہبی علماء اور پیشوا سوسائٹی کی عقلی زندگی پر مذہب کے مثبت اثر کی تصدیق کرنے کے علاوہ تمدن پر اس کے اثر کی مندرجہ ذیل بنیادی تصورات بھی پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ کہتے ہیں کہ عیسائیت نے اپنے عالم وجود میں آنے کے ذریعے تمام سابقہ تمدنوں کے اخلاقی مضمون کو بدل دیا۔ ان کے الزام کے مطابق مذہب الاخلاق، قدیم فن پارے ان میں پیش کردہ مناظر اور اس کے ساتھ ہی رائج بد کرداریاں یہ سب چیزیں تہذیب کی تباہی کے خطرے سے معمور تھیں لہذا عقلی تمدن میں گہرے اخلاقی اصولوں کے بننے میں عیسائیت کے کردار کا تصور خود عیسائیت کے جواز کا تصور بن جاتا ہے اس قسم کے تصور کے مضمرات اور کشش سے پوری طرح واقف ہونے کی بناء پر مذہبی علماء اس کی اور اس کی عام ابتدائی تمہیر کے مختلف تاثیروں کو متواتر مشتر کرتے رہتے ہیں۔

دو ٹم گذشتہ دو ہزار سالوں کی تمام تہذیبوں کو بشمول قومی تمدن کے عیسائی تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی تصویر بنیادی طور پر غلط تصورات سے متراپیش کی جاتی ہے



جیسے کہ یہ حقیقی اقدار پر قائم، دنیاوی حالات کے لئے بلند ترین اور انسان کی سب سے بڑی ضروریات کو پورا کرنے والی تھی۔ چرچ کو اور اس کے سب سے اچھے نمائندوں کو بھی جنہوں نے ان کے مطابق انسانیت کو غیر معمولی نفیس اور دانشورانہ شاہکار کیے عقلی زندگی کے اس بلند ترین درجے کے مضبوط اصول کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم عصر انسان باز فطینی چرچوں کے نقش و رنگار، عیسائی تمدن کی یادگاروں اور روسی مصوروں کے فن پاروں سے جنہوں نے آنے والی نسلوں کے لئے بے مثال روحانی اقدار چھوڑی ہیں، لاپرواہ نہیں ہے۔

سوم مذہبی پیشوا اور علما کا کہنا ہے کہ تمدن اور مذہب میں کسی مشترکہ رجحانات ہیں جو فرد کے خیالات کو اس حد تک بلند کرتے ہیں کہ وہ آئیڈیل کی مناسب طور پر قدر کر سکے۔ ان لوگوں کے بیان کے مطابق اسی وجہ سے مذہب تمدن کے قیام میں شامل ایک عامل کی حیثیت سے نہ صرف اس پر موافقانہ انداز میں اثر انداز ہوتا ہے بلکہ انسان میں حسن اور ارفع دین کی حس پیدا کرنے والی اصل طاقت کی حیثیت سے کام کرتا ہے تو عقلی تمدن کے ضمن میں مذہب کے رویے کے متعلق روسی آرٹھوڈوکس دینیات کے ابتدائی نظریات کچھ اس قسم کے ہیں۔ یہ روایتی ہیں تاہم تمام مذہبی عقائد میں یہ پیش منظر میں ہیں اور مذہب کے اہم پہلو کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

مارکس نے ادب میں مذہب اور تمدن کے باہمی تعلق کو پیش کرنے میں مذہب کی غلط بیانی پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے سوسائٹی کی عقلی زندگی پر عیسائیت نے اپنی چھاپ چھوڑی ہے قرون وسطیٰ کی سوچ کا بنیادی حصہ دینیات پر مشتمل تھا چرچ کی تعلیم میں اجارہ داری تھی قرون وسطیٰ کے علما کی ایک غالب اکثریت یا تو مذہبی پیشوا پر مشتمل تھی یا کلیسا کے افسران پر کسی بھی سائنسی مسئلے کو سرکاری مذہبی عقائد کی روشنی دیکھا جاتا تھا یہ وہ دور تھا جب اینگلز کے مطابق "مذہبی پیشواؤں کی عقلی



تعلیم کے میدان میں اجارہ داری تھی اور تعلیم خود لازمی مذہبی بن گئی تھی۔
 اس طرح سے چرچ قدیم تمدن کے غیر اخلاقی پن کے خلاف نہیں لڑ رہا تھا بلکہ
 عمومی طور پر الحاد کے خلاف تھا یہ اعلیٰ و ارفع روحانی تصورات ثابت نہیں کر رہا
 تھا بلکہ سوسائٹی کی عقلی زندگی پر مذہب کا تسلط جتا رہا تھا۔ حسن کی قدر دانی
 نہیں سکھار رہا تھا بلکہ جہالت و تاریکی کے بیج بوری رہا تھا۔

یہ ہے وہ کام جو عیسائیت کے عذر خواہان ان باتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے
 کر رہے ہیں یعنی وہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ سب باتیں چرچ کے معمولات سے مطابقت
 نہیں رکھتیں اور اس سب کے لئے بعض جنونی مذہبی پیشواؤں کو مورد الزام ٹھہرا
 رہے ہیں چند سالوں سے روسی آرٹھوڈوکس چرچ نے اپنی سرگرمیوں کو عملی جامہ
 پہنانے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں وہ پیشی آنے والے سماجی و سیاسی مسائل کی تعداد
 میں اضافہ کر رہا ہے ایسے سوالات کھڑے کر رہا ہے جو جدید انسان کی تمام ذہنی اور
 اور عملی ضروریات کے جوابات فراہم کر سکیں۔

حتیٰ یہ کہ بعض ایسے خیالات بھی متعارف کرواتے جا رہے ہیں جیسے انقلاب کا
 مذہبی علم، امن کا مذہبی علم، سوشل وزارت وغیرہ جن کا مقصد جیسا کہ خود چرچ کے
 پیشوا تسلیم کرتے ہیں عمرانی تاریخ میں آرٹھوڈوکسی کے لئے جگہ محفوظ کرنا ہے اس ناقابل
 تردید حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ سماجی تعلقات کو بہتر بنانے میں مذہب اپنے فیصلہ کن
 عنصر ہونے کے دعوے میں ناکام ہو چکا ہے اس کو بدستور حقیقی انصاف کے اصولوں
 پر زندگی کو منظم کرنے کی "مثبت جدوجہد" میں سب سے اہم شرط قرار دیتے ہیں۔ پھر
 بھی جب سماجی اور سماجی و سیاسی مسائل درپیش ہوتے ہیں تو مذہبی علماء عقائد سے
 متعلقہ اور شرعی اصولوں پر اتنی توجہ مرکوز نہیں کرتے جیسے آیا ان کے چرچ کا نیا عقیدہ
 مذہب پرستوں اور سیکولر افراد کے اہم بڑے گروہوں کے موجودہ تصورات سے میل



کہتا ہے یا نہیں۔

دی جرنل آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں جس کا عنوان "انیسویں صدی کے اواخر سے ہم عصر مذہبی تحقیق کے بنیادی مسائل میں ہونے والے اضافے میں" میں ایڈیٹر انچیف آرچ بشپ پیٹری رم لکھتے ہیں، "آرتھوڈوکس دینیات کے مسائل میں مذہب اور اخلاقیات کے عقائد شامل نہیں ہیں اور نہ ہی چرچ کی ابتدا سے اس میں قائم مفید دینی زندگی کے اصول شامل ہیں بلکہ مخصوص تاریخی حالات کے تحت عیسائیوں کی زندگی میں ان کے شامل کرنے اور ہر ایت کرنے کا طریقہ ہے۔"

یہ حقیقت قابل غور ہے کہ مذہبی علما اپنے سوشل نظریات کو عام تاریخی واقعات کا جائزہ لینے کے نئے طریقے کے طور پر پیش کرنے میں ثابت قدمی سے جھے رہتے ہیں ان نظریات کی روس میں ۱۹۱۷ء کے عظیم سوشلسٹ انقلاب اکتوبر اور نئے اصولوں پر سماجی زندگی کی تشکیل کی منظر کشی غیر جانبدارانہ ترجمانی کے منطقی نتیجے کے طور پر کی جاتی ہے اس ضمن میں یہ روسی مذہبی فلسفی ولادیمیر سولویوف کا سوشل نظریہ اور ممتاز مذہب دان میخائل تیریف کا نظریہ دونوں کو روکرتے ہیں اول الذکر موجودہ دنیا میں آسمانی بادشاہت کے خیال کی تکمیل اور خدائی حکومت کے نظام کے استحکام پر یقین رکھتے ہیں جب کہ موخر الذکر انسانی روح کی دینی خواہشات کو انسان کی اپنے ماحول میں ٹھوس سرگرمیوں سے علیحدہ رکھنے پر زور دیتے ہیں۔ آج ان کے کہنے کے مطابق علم مذہب انسانیت کی خدمت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور سماجی زندگی کے معاملات میں آرتھوڈوکس دینیات کے سربے اہم پہلوؤں میں سے ایک "انقلاب کا علم مذہب ہے۔"

انقلابی علم مذہب سرمایہ دارانہ نظام، نظام استحصال اور قوتوں کی غلامی کے نظام کی مذمت کرتا ہے اور فتوحات کے لئے کی جانے والی جنگوں اور نوآبادیاتی تباہ کاریوں کو آشکار کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ علم عیسائیوں پر زور دیتا ہے کہ وہ نئے سماجی نظام



کے معماروں کی اگلی صفوں میں اپنی جگہیں سنبھالیں، اپنے سماجی فرائض پورے کریں ایک انقلاب میں ایسے وقت شرکت کریں جب کہ برائی پر قابو پانے کے تمام دوسرے ذرائع ناکام ہو چکے ہیں ” بدی کے خلاف تلواریں سنبھال لیں ” سوشلزم کی فتح کے لئے سوشل انقلاب کی جدوجہد میں ترقی پسند سوشل طاقتوں کی بہترین خواہشوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

بہ الفاظ دیگر انقلاب کا علم مذہب جو سوشلسٹ تبدیلیوں کے فوری شرکاء سے مخاطب ہے کیونست تعمیر کے عملی پروگرام کی اور اس کے حامی جمہوری اصولوں کی حمایت کرتا ہے۔ یہ پرانے فرسودہ سماجی ڈھانچے کی جگہ نئے سماجی نظاموں کو لانے کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔

یہ بات جانی پہچانی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے بورژوائی مذہبی عذر خواہ ، ” انقلاب کے علم دین اور آزادی کے علم دین دونوں کو رد کرتے ہیں اور وٹیکن اس کی مذمت کرتا ہے۔ وٹیکن کی شائع کردہ دستاویز بعنوان ”آزادی کے علم دین کے کچھ پہلوئیں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہ مذہبی شکل دراصل مارکسی رجحان کی حامل ہے اور یہ ایسے سیاسی مطالبات کر رہا ہے جو چرچ کے لئے ناقابل تسلیم ہیں اور موجودہ سماجی ڈھانچوں کو الٹ رہا ہے یہ دستاویز سرمایہ دارانہ استحصال کے موجودہ نظام کو برقرار رکھنے اور ذاتی ملکیت اور بنی الاقوامی سامراجیت کے پھیلاؤ کی پالیسی کی حمایت کرتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ دستاویز امریکی سرمائے کی امداد سے پلنے والی ڈکٹیٹر حکومتوں کی مذمت کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

یہ بات زیر غور رہنی چاہیے کہ انقلاب کے علم دین نے جو مذہب پرستوں کی ایک غالب اکثریت کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے دراصل مذہبی سماجی عقائد کے اصل جوہر سے متعلقہ ہر قسم کے تصورات کی دوبارہ تجدید کرنی ہے بعض افراد اپنی اس سوچ میں غلط ہیں کہ مذہبی آئیڈیالوجی میں ایک بڑی بنیادی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔



اس کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ ان سماجی واقعات اور دوسرے واقعات کے عمومی جائزے سے الگ ہٹ کر روسی آرٹھوڈوکسی کا سماجی عقیدہ، سماجی تبدیلی اور اس کی پیش قدمی کے رخ کی وجوہات کی تعیین کا بھی دعویٰ کرتا ہے اور تمام سماجی تبدیلیوں کو قدرت الہی سے منسوب کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سب کچھ کرنے اور کہنے کے بعد اور جہاں تک دین اور دینیات کا تعلق ہے فرد واحد کی یا ایک سماجی گروہ کی یا ایک جماعت کی سرگرمی کو محرک بنانے کے عمل کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا اور یہ ماورائی وجود کا خاصاً خارجی اثر ہوتا ہے تاہم جہاں تک خود انسان کی ذات کا تعلق ہے، سماجی دینیات کی رو سے وہ تاریخ کا فاعل نہیں بلکہ مفعول ہے جسے خالق اور قدرت الہی کی منشا کے مطابق ایک تاریخی مقصد کی جانب گامزن کیا جاتا ہے۔

آخر عمومی طور پر آرٹھوڈوکس سماجی عقیدے کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟ اول سماجی زندگی کی آرٹھوڈوکس توضیح کرتے وقت سماجی واقعات کو عقائد اور نظریات کی روشنی میں جانچا جاتا ہے اس سلسلے میں خود عقائد کی بھی تخصیص نہیں کی جاتی۔ تاہم یہ تصور کہ انسان کو جن حالات سے گذرنا پڑتا ہے وہ پہلے سے اس کا مقدر ہوتے ہیں اور ناگزیر ہوتے ہیں اور ان سے بچنا ممکن نہیں، بالآخر اس فلسفے کی توثیق پر ختم ہوتا ہے جس کا لازمی جزو کردار اور تاریخی واقعات کے انداز کے قدرت الہیہ پر انحصار کو تسلیم کرتا ہے۔

بلاشبہ ہم عصر آرٹھوڈوکس چرچ، تقدیر کے عقیدے کا مفہوم بتاتے وقت انتہائی شکلوں پر زور نہ دینے کی کوشش کرتا ہے وہ عرضہ پہلے اس نظریے کو اندھا دھند آرٹھوڈوکس معنی پہنانے کے عمل کو رد کر چکا ہے تاہم سماجی زندگی کے مذہبی تجربے میں تقدیر کا ایک نیا مفہوم بھی معنوں کے لحاظ سے برائے نام ہی تبدیل ہوتا ہے۔

دوم آرٹھوڈوکس سماجی نظریات کی ایک نمایاں خصوصیت سماجی تعلقات کی



کی نوعیت اور خدا پر یقین کے درج اور چرچ کے اختیار کو تسلیم کرنے کے درمیان ایک دوسرے پر قریبی انحصار کو ثابت کرنا ہے سماجی علم دین کے تمام نظام افراد کی کسی بھی تنظیم کی جو خدا اور خدا کے مماثل انسانی شخصیت کے درمیان یکساں اتحاد کو برقرار رکھتی ہے بطور سماجی نظریے کے حمایت کرتی ہے۔ ایسے اتحاد کی تردید جو علمائے دین کے نزدیک فرقہ پرستی خاکی اور آفاقی کے درمیان تفریق جو "اناکوئی" اور انسان کو سماجی تعلقات کی پیداوار سمجھنے کا رجحان جو "اشتر اکیوں کی فردوس زیریں" کہلاتی ہیں یہ سب آرٹھوڈوکسی کے نقطہ نظر سے سماجی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں سمجھی جاتی ہیں۔

تاریخی عمل کے آرٹھوڈوکس مفہوم کی تیسری نمایاں خصوصیت سماجی مسائل کو اخلاقی مسائل سے تبدیل کرنا ہے بایں ہمہ علم دین کے نزدیک وہ سماجی و تاریخی حالات نہیں بلکہ ایک سختی سے کاربند نظام اخلاق ہے جو اخلاقی شعور اور اخلاقی تعلقات کا تعین کرتا ہے دینیات میں شخصی و سماجی زندگی کی دوسری تمام اقسام کی ابدی اخلاقی خیالات کو مختلف طرح سے عملی جامہ پہنانے کے ذریعے سختی سے توضیح کی جاتی ہے سماجی واقعات کے ایسے مفہوم کے ذریعہ اب یہ بڑا آسان ہے کہ معلول کو علت سے اور فرد کو مذہبی تخلیق کے اصولوں کی وضاحت کو معاشرے کی سیاسی تنظیم کے تجزیے سے بدل دیا جائے یہ سماجی تعلقات کی تبدیلیوں کے مسئلے کو گھٹا کر مختلف اخلاقی مثالی جنتوں پر ان کے انحصار میں تبدیلی کر سکتی ہے۔

سماجی زندگی کے مذہبی مفہوم کی چوتھی نمایاں خصوصیت حیات بعد الممات کے نظریے کو تاریخ کے دائرے تک پھیلا دینا ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ہم عصر علم دین نے جدید انسان کے دنیا کے متعلق نقطہ نظر سے بے میل ماضی کی زندگی بعد الموت کے تصورات سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے تاہم یہ اب بھی انسان کو ایک خوش آئند مستقبل اور ایک ماورائی طور پر عالم وجود میں آنے والی شہنشاہیت کی طرف مائل



کہتا ہے اس طرح سماجی علم دینی تاریخی منظر کو براہ راست خدا کی منشا سے منسوب کر دیتا ہے۔

روسی آرتھوڈوکس چرچ کے سیاسی اور سماجی رجحان کی یہ تبدیلی اس کے نظریات اور سرگرمیوں کا ایک نیا رخ ہے۔ سماجی حالات نے اس کی توثیق کر دی اور اپنی حیثیت کو مستحکم بنانے اور اپنے اثر کو قائم رکھنے کے لئے مذہب کو اس کے سماجی رخ کی تبدیلی ایسی کرنی پڑی کہ وہ مذہب پرستوں اور سیکولر ازم کے افراد دونوں کی غالب اکثریت کے سماجی و سیاسی جذبات سے مطابقت رکھے تاریخی تجربے نے چرچ کے پیشواؤں کو اس بات کا قائل کر دیا تھا کہ کوئی بھی دوسرا قدم خود مذہب کی حیثیت کو کھوکھلا کر کے عوام پر اس کے اثر کو لازماً ختم کر دے گا۔

روسی آرتھوڈوکس چرچ مذہب اور علم، سائنس اور مذہب کے باہمی تعلقات کے مسائل پر بھی اتنی توجہ دیتا ہے۔ جب روسی آرتھوڈوکس چرچ سائنس کو اپنے زیر عمل نہ لاسکا تو اس نے ۱۹ ویں صدی کے دوسرے نصف سے ہی اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کرنا شروع کر دیا اس نئے رخ میں سابق کی طرح سائنس کو مذہب کے خلاف ظاہر کرنے سے اجتناب کیا گیا تھا بلکہ اسے مذہب کے دائرہ کار میں شامل کر کے اس سے دینیات کی موافقت کا کام لیا گیا تھا اس رجحان کا مقصد جسے آرتھوڈوکس مذہبی علمائے روحانی نفوز کا قانون، کہا تھا، علم اور مذہب کے درمیان اتحاد قائم کرنا تھا جس میں سائنس کو عیسائی دنیاوی نقطہ نگاہ کے بنیادوں کو مستحکم کرنے کا ایک ذیلی کردار دیا جائے گا۔ اس حکمت عملی کو لینن نے بڑے واضح طور پر جانچا اور خاص طور پر بتایا کہ ہم عصر عقائد پرستی سائنس کی بالکل تردید نہیں کرتی یہ صرف سائنس کے بقول اس کے مبالغہ آمیز دعوؤں کی دوسرے معنوں میں ٹھوس حقیقت کے دعوے کی تردید کرتی ہے۔“



موجودہ آرٹھوڈوکسی میں اس ابتدائی بیان کو کہ فطری سائنس دنیا کے مذہبی تصور کی تردید نہیں بلکہ تصدیق کرتی ہے، عمومی طور پر مسلمہ سمجھا جاتا ہے جن کی تردید کی جاتی ہے وہ صرف ٹھوس سائنسی حقائق کے سابقہ تشخص ہیں جن میں ڈارون کے نظریے پر ابتدائی حملے شامل ہیں لیکن بنیادی اصول مذہب اور علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے ایک عالمگیر مذہبی اصول ہے اس اصول کا مکمل مفہوم مندرجہ ذیل چار سب سے مشہور نظریات سے ادا ہوتا ہے۔

اول یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مذہبی عقیدہ اور علم لاینفک ہیں جب اس بیان میں اور سائنسی تحقیق کے کاموں میں کوئی بھی شے مشترک نہیں ہے لیکن گراڈ کلیسائی اکیڈمی کے پروفیسر این زیبولوٹسکی صفائی سے کہتے ہیں کہ "عیسائیوں کے لئے سائنسی علم آنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ان کا تقدیر الہی کا عقیدہ" ان کی رائے میں یہ انجیل کے اس دعوے کو عملی جامہ پہنانا ہے جس کے مطابق ہم آہنگ کائنات میں انسان نہ صرف مالک ہے بلکہ فطرت کا محافظ اور اسے تبدیل کرنے والا بھی ہے ایسے بیانات جو حقیقتاً ضروری کام اور ان کو جو سائنسی ادراک کے کام کے مخالف کاموں کو ایک ہی سطح پر جگہ دیتے ہیں، سائنس کے مفاد میں نہیں ہیں کیونکہ ان میں سائنس کی مطابقت انسانی ذہن میں غیر منطقی باتوں اور پراسراریت سے بتلائی جاتی ہے جب یہ چیزیں شروع سے آخر تک مقصد میں اور اطلاق میں سائنس کی ضد ہیں۔

دوم سائنسی علم اور مذہبی عقائد کے درمیان اختلاف نہ پائے جانے سے متعلق مذہبی نظریہ رفتہ رفتہ ان کی یکجہایت اور ضروری ترکیب کو غیر محدود طور پر تسلیم کرنے میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے یہ نقطہ نظر سولوویوف نے کاملاً وضع کیا بعد میں اس کے معرفت کے علم الہی کے دوسرے مذہبی علمائے دیگر پہلوؤں کو ترقی دی۔ تاہم ہر معاملے میں سائنس اور مذہب کی یکجہاتی سے متعلق اس کے بیانات کا مطلب عقل کو عقیدے کے تحت



اور دنیا کی سائنسی تصویر کو اس کے مذہبی نظریے کے تحت کرنا ہے۔
 سرم میٹا فزکس آف اومنی ٹیوڈ کے اندر ایک منفرد مکتبہ فکر تھا جس کی سربراہی
 کلیسائی پیشیا پاول فلورینسکی کر رہا تھا اس نے حقیقت کے علم تضاد کو تسلیم کرنے کی
 بنیاد پر سائنس اور مذہب کے درمیان موجود تضادات کو ختم کرنے کی کوشش کی
 فلورینسکی نے اس بات پر زور دیا کہ حقیقت ایک ہی وقت میں ایک حقیقی ذہانت
 اور ایک ذہنی حقیقت، ایک محدود لامتناہیت اور ایک لامتناہی انتہا، ایک
 وحدت اور ایک کثرت ہے۔ نتیجتاً کثیر تعداد میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف
 حقیقتیں ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں اور اپنے آپ کو ایسے تصوراتی عقائد کی صورت
 میں ظاہر کرتی رہتی ہیں جیسے وحدت اور تثلیث، تقدیر اور آزادانہ مرضی۔ فلورینسکی
 نے کہا کہ اس تضاد کو عقلیت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے نہیں بلکہ نام نہاد حقیقی
 وجدان کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے جس کے ذریعے تضاد کو خدائی حقیقت کی ہمہ گیری کے
 طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اور سب سے آخر میں گذشتہ چند سالوں میں مذہب اور علم کی شناخت نئی تصور
 ابھرا ہے جو بغیر کسی تبدیلی کے ابتدائی عیسائیت کے عذر خواہوں سے مستعار لیا ہوا ہے
 نئے دور کے حالات میں اس اصول کو مذہب کو سچی اقدار کے دائرے میں لانے کے
 لئے استعمال کیا گیا ہے حتیٰ تجزیے میں سائنس اور مذہب کے درمیان تعلقات کی
 وضاحت کرنے میں مذہب کا بنیادی کام مذہب کے نظریے کو مستحکم بنانا اور اس کے اثر
 کو بڑھانا ہے یا بہ الفاظ دیگر کوئی بھی چیز عذر خواہوں کے کام کے دائرہ کار سے باہر
 نہیں ہے۔

تاہم یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ آرتھوڈوکسی میں سائنس اور مذہب کے تعلقات
 سیکولر تنقید کے خلاف مذہب کی حمایت کرنے تک محدود ہے یہ ثابت کرنے کی کوشش

کرتے ہوئے کہ سائنس، مذہب کی طرح دنیا کی مذہبی تصویر کو رد نہیں کرتی بلکہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور سب کہنے کے بعد یہ کہ فطری سائنس کے اخذ کردہ نتائج خدائی انکشافات کی تردید نہیں کرتے۔ مذہب دان یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بغیر مذہب کے کوئی سائنس نہیں رہ سکتی اور یہ کہ بغیر عیسائیت کے جدید تہذیب و تمدن معرض وجود میں نہیں آیا ہوتا اور یہ کہ سچے عقیدے کے بغیر کوئی سچا علم نہیں ہے۔ ان بنیادی اصولوں کے ذریعے آرتھوڈوکس مذہب دان سائنسی ترقی کو انسانی جامہ پہنانے اور اس کو اخلاقی شکل دینے میں عیسائیت کے کردار کا تعین کرنے میں دور رس نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں سائنس اور علم کو انسان دشمن مفادات اور مقاصد کے لئے استعمال کرنے سے روکنے میں مذہب کو بنیادی کردار بتایا جاتا ہے۔

جموعی طور پر یہ تاثر قائم کرنے کے لئے کہ مذہب اور علم کے اتحاد میں مذہب کا کردار دراصل فیصلہ کن ہے ان ہی خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ سولویوف کے مطابق تجرباتی اور مشاہداتی علم صرف حقیقت تک رسائی کے لئے مواد فراہم کرتا ہے اور عقل سوائے اس کی پیش قدمی کے عام طریقوں کے علاوہ اور کوئی چیز فراہم نہیں کرتی جب کہ خود حقیقت صرف مذہبی علم کے دائرہ کار میں آتا ہے مبینہ طور پر سائنس مذہب کے مقابلے میں کم اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ یہ زندگی کے متعلق کئی سوالات کے جواب فراہم نہیں کر سکتی اور خود اپنی اخلاقی اہمیت تو بالکل ثابت نہیں کر سکتی اور جب ایسا ہے تو مذہب دان کہتے ہیں کہ نہ تو حالیہ اور نہ ہی مستقبل کی سائنسی ترقی و انشورانہ اقدار کو ثابت کرنے میں مذہب کے عالمگیر کردار کی تردید کریں گی۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اس طریقہ کار کا مقصد نہ صرف مذہب کا تحفظ کرنا اور اس کی حیثیت کو مستحکم بنانا ہے بلکہ دنیا میں انسان کے مقام کے متعلق دنیاوی نقطہ نگاہ کا ایک عام نظام وضع کرنا اور ان انسانی سرگرمیوں کو جانچنا بھی ہے جو عقل کی حدود



کا تعین کرتی اور انسان کی ادراکی اور تبدیلی سے متعلقہ سرگرمی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں۔

اس سے بھی زیادہ نمایاں آرٹھوڈوکس مذہب دانوں کا وہ رجحان ہے جو ادراکی عمل کی فطرت اور جوہر کا تعین کرتے وقت اور حقیقت کے معنوں کو سمجھتے ہوئے وقت اور اس کو پانے کے طریقوں کا تعین کرتے وقت وہ علم پر مذہب کی فوقیت کے خیال کی تصدیق کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں بلاشبہ جدید آرٹھوڈوکسی عذر خواہان ان مسائل کو پیٹر سٹک کے جذبے کے ساتھ حل نہیں کرتے اور ان کے کٹی نمائندوں نے ذہن کی ادراکی صلاحیتوں کے درمیان نامطابق تضادات کی نشاندہی کرتے ہوئے صاف طور پر مذہب کو علم کے خلاف بتایا۔

آج مذہب دان سائنس کی بے شمار صلاحیتوں کو استعمال میں لاتے اور سوسائٹی کی دانشورانہ ترقی میں اور ایک مذہب پرست کی زندگی پر سائنس کے اثر کی سابقہ قدر دانی میں کئی تصحیحات متعارف کرتے ہیں۔ تاہم نہ تو یہ اور نہ ہی ان جیسے دوسرے مذہب دانوں کے پیش کردہ خیالات، سائنسی ادراک کے مضمون کی تشریح میں آرٹھوڈوکسی کی اصل حیثیت کی وضاحت کرتے ہیں اس حیثیت کا مکمل طور پر اظہار روسی آرٹھوڈوکسی کے جلد ایپسٹیمولوجیکل نظریے کے تجزیے کے دوران ہوتا ہے۔

اس نظریے کو سب سے زیادہ وضاحت کے ساتھ سرکاری آرٹھوڈوکس فلسفے میں جو اکیڈمی فلاسفی کہلاتا ہے بیان کیا گیا ہے اس کے پیش کرنے والوں نے ہم عصر آرٹھوڈوکسی کے ادراکی عمل کو سمجھنے کے لئے ابتدائی اصول پیش کئے ہیں آئیے ان کی بنیادی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں۔

آرٹھوڈوکس مذہب دانوں کے لئے ادراک کا سب سے اہم موضوع ہستی الٰہی ہے جو دنیا سے بلند و بالا ہے اور اپنے قوانین زمین پر بھیج رہی ہے دنیا کے وحدت کے مادی



تصور کو رد کرتے ہوئے وہ خالصتاً ایک مذہبی عقیدہ پیش کرتے ہیں۔ دنیا کی وحدت اس کی مادیت میں نہیں بلکہ ذات الہی میں مضمر ہے جو اہم اور ابدی ہے۔ اس وحدت کے سرچشمے تخلیق کے عمل سے نکلتے ہیں اپنی ذات کو اور پوری کائنات کو اپنی لامتناہی گوناگوں رنگارنگی کے ساتھ صرف تخلیق کے خیال کو تسلیم کرنے کے ذریعے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

صاف واضح ہے کہ آرتھوڈوکس دینیات کے بنیادی اخلاقیات نے اسی طرح ادراک کے مختلف درجوں کے متعلق اپنی راہیں متعین کیں انہوں نے دعویٰ کیا کہ حسی ادراک محدود اور عقل پر مبنی ہونے کی بنا پر ناکافی ہے صرف تصوراتی ادراک وجدان روحانیت اور پراسراریت کا مجموعہ ہونے کی بنا پر وجود کے معنی سمجھنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لہذا آرتھوڈوکس کے نزدیک ادراک کی بنیاد خدا کا تصور ہے جب کہ ادراک کا مقصد سچی زندگی کی تشریح کرنا اور مذہب کے تقاضوں کے مطابق انسان کو دنیا میں اپنا مقام اور سب سے زیادہ خالق سے اپنا رشتہ معلوم کرنے کے قابل بنانا ہے لہذا یہ ظاہر ہے کہ خود مخلوق کو سمجھنا یا اس کا ادراک کرنا قابل محسوس تعلقات کے نظام سے قطعی خارج اور اس کے وجود کے ٹھوس سماجی و تاریخی حالات سے جدا ہے کیوں کہ انسان کے ادراک کو خدا کے تصور کو مجسم بنانے کے طور پر پیش کیا گیا ہے کیونکہ مبینہ طور پر خدا کی زندہ تصویر اور اس کی ذات میں مضمر ہے لہذا ادراک کا براہ راست تعلق مذہب سے اور اسے اس حد تک قابل بھروسہ بتلایا گیا ہے جہاں تک یہ اہم عقائد سے متعلقہ تصورات پر مشتمل ہو۔

ادراک کی آرتھوڈوکس تشریح کے صحیح معنی سماجی زندگی اور سماجی وجود کی ٹھوس کی تشریح کی مثال سے آسانی سے سمجھے جاسکتے ہیں متذکرہ مضمون میں آرچ بپٹسٹ پیٹی رام تاریخی واقعات کی روح اور ان کے ادراک کی عجیب خصوصیات کی مندرجہ ذیل طریقے



پر وضاحت کرتے ہیں۔ ہر سماجی ترتیب کے تاریخی اظہار میں قدرت الہی اور انسانی آزادی کا حصہ لیتے ہیں سماجی ترتیب کی ہر ٹھوس شکل پابندی سے باہم اثر انگیز عناصر کے تحت ہے وہ مزید کہتے ہیں مذہب دانوں کا کام ہے کہ وہ عیسائیت کی روحانی زندگی کے تجربے اور اس کے اظہار کے گہرے مطالعے کے ذریعے ہم عصر سوشل عمل کے بنانے میں آزادی انتخاب اور اس رلوبیت کے باہمی عمل کے اظہار کو سمجھے۔

یہاں ہم تاریخی ضرورت کو قدرت الہی سے اور انسانی کی شعوری سرگرمی کو آزادی انتخاب سے تبدیل کرنے کی مثالوں میں سے ایک کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ عرصہ پہلے جدلی مادیت نے مختلف ماورائی طاقتوں کو تاریخی عمل میں شامل کرنے کی کسی بھی کوشش کو غلط ثابت کر چکی ہے۔ سماجی زندگی اس کی تبدیلیوں اور ترقی کو قدرت الہی نہیں بلکہ طبقات اور سماجی گروہوں میں تقسیم افراد کی مادی زندگی کے حالات کنٹرول کرتے ہیں مادی اشیاء کی پیداوار وجود اور سوسائٹی کی ترقی پسند نشوونما کی بنیاد ہے جب کہ ان کے تخلیق کار انسان ہیں جو اصل پیداواری طاقت ہیں یہی وجہ ہے کہ محنت کش افراد تاریخ کے خالق بن جاتے ہیں۔

یہ سائنس کا کام ہے کہ وہ مادی زندگی کے حالات کی بنیادوں میں پوشیدہ تاریخی نشوونما کی محرک طاقتوں کو دریافت کریں ان کا اور اک ہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے تاریخ میں قوانین کے تحت رونما ہونے والے غالب واقعات کو سمجھا جاسکتا ہے۔

روسی آرتھوڈوکس مذہب دانوں کا مذہب اور علم کو یکجا کرنے کا طریقہ دراصل مذہب کے لئے راستہ صاف کرنے کے لئے سائنس کو استعمال کرنے کی ان کی واضح کوشش ہے سائنسی رجحان کی حامل سوچ کو تب ہی حقیقت کے متضاد نہیں تسلیم کیا جاتا ہے جب وہ انکشافات کے مطابق ہو اور وہ اہم عقائد و تصورات



کو تسلیم کرے۔ انسان کی فہم کی صلاحیت کے مختلف پہلوؤں کو گھٹا کر ایک مختلف منہولے کے تحت شعوری ادراک کی مذہب کی تبدیلی تک محدود کر دیا جاتا ہے۔

سائنس اور مذہب کے درمیان تضاد نہ ہونے کے اصول کے اعلان کے ساتھ ساتھ آرٹھوڈوکس دینیات سائنسی علم کے ناچختہ و ناممکن ہونے پر زور بھی دیتا ہے مزید برآں شعوری وجدان کو حقیقت کی پہچان کا اہم طریقہ بتلاتا ہے۔ جہاں تک ادراک کے نتائج کا تعلق ایک دفعہ تو انہیں مشروط اور غیر مشروط کے درمیان ربط کا لمحہ تصور کیا جاتا ہے دوسری دفعہ غیر محسوساتی وجود کے بعض پہلوؤں کا فہم اور تیسری دفعہ صرف بعض حقائق کی توثیق پر مشتمل دنیا کی توثیقاً نہ سچائی کی عقیدے کی ناقابل تردید اور غیر مشکوک درست سچائی میں تبدیلی کا ذریعہ۔

ادراک کی عمل کی ایسی تشریح میں کوئی بھی بات سائنس سے مشترک نہیں ہے بلکہ یہ مذہب کے محافظ کی حیثیت سے کام کرتی ہے اور اسے سائنسی تنقید سے بچاتی ہے اور ایسے فلسفیانہ اصول اخلاق وضع کرتی ہے جو جدلی مادیت کے ذریعے ادراک اور موجود حالات کی تبدیلی کی تشریح کی تردید کرتے ہیں وہ یہ تصور قائم کرتے ہیں کہ سائنس دنیا کی مذہبی تصویر کی اور دنیا کے مذہبی نقطہ نگاہ کی تکمیل کی تصدیق کرتے ہیں جبکہ سائنسی ادراک بدستور ناچختہ اور ناکافی رہتا ہے۔

یہ ہیں روسی آرٹھوڈوکس کی آئیڈیالوجی اور سگرمیوں کے چند ہم عصر رجحانات بلاشبہ یہ آرٹھوڈوکس چرچ کے خود ساختہ مسائل کو حقیقی طور پر سمجھنے کے امر پر بحث نہیں کرتے روسی آرٹھوڈوکس چرچ اپنی تفسیر، شرع، چرچ اور مذہب دوسری شاخوں کے علم پر نظر ثانی کر رہا ہے وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور مذہب پرستوں کے بدلتے ہوئے شعور کے مطابق خود کو ڈھال رہا ہے۔



حوالہ جات

- ۱: "دی جنرل آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ"
- ماسکو - ۱۹۴۹ء - شماره نمبر ۷ - صفحہ ۶۲
- ۲: ایضاً ماسکو ۱۹۴۹ء شماره نمبر ۸ صفحہ ۶۲
- (روسی زبان میں)
- ۳: بوگوسلوویسکی ترووی - دی پریس آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ ،
شماره نمبر ۱۰ ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۵۸
- ۴: دی جنرل آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ - ماسکو - ۱۹۶۹ء
شماره نمبر ۵ - صفحات ۵۲-۵۵ (روسی زبان میں)
- ۵: کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس "مضامین کا مجموعہ" ماسکو
۱۹۴۸ء جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۲
- ۶: دی جنرل آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ
۱۹۴۹ء شماره نمبر ۹ صفحہ ۹۲ (روسی زبان میں)
- ۷: بوگوسلوویسکی ترووی ۱۹۴۰ء شماره ۵ صفحہ ۲۲۶
- ۸: ایضاً
- ۹: ایضاً صفحہ ۲۲۴
- ۱۰: دی جنرل آف دی ماسکو پیٹری آرکیٹ ۱۹۶۹ء
شماره ۱۱ صفحہ ۳۷ (روسی زبان میں)
- ۱۱: این-آئی-نوگولوبسکی "تھیولوجی ان اپولوجیک ریڈنگ" ماسکو
۱۹۱۵ء - صفحہ ۲۵ (روسی زبان میں)



۱۲ : وی۔ آئی لینن "مجموعہ مضامین" ماسکو جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۵

۱۳ : وی جنرل آف وی ماسکو پیٹری آرکیٹ۔ ماسکو، ۱۹۶۲

شمارہ نمبر ۴ صفحہ ۳۸

۱۴ : وی۔ ایس۔ سولویوف "مجموعہ مضامین" جلد۔ ۲

سینٹ پیٹریس برگ ۱۹۱۲ صفحہ ۳۳۱ (روسی زبان میں)

۱۵ : بوگوسلووسکی ترووی ۱۹۶۰۔ شمارہ ۵۔ صفحہ ۲۲۵



عقیدہ قدیم - اس کا ماضی اور حال



سوویت یونین میں مذہب کی بمعصر حالت کا مطالعہ کرنے والے ماہرین کے لئے عقیدہ قدیم کا ارتقاء بڑی دلچسپی کا باعث ہے۔ بمعصر حالات کے تحت عقیدہ قدیم کا بحران متعدد نہایت دلچسپ اور نمایاں خصوصیات کی بنا پر ممتاز نظر آتا ہے سائنسی الحاد اور تاریخ مذہب کے ماہرین 'علم انسان کے ماہرین اور ماہرین عمرانیات نے خالیہ عشروں میں جو تحقیقات کی ہیں وہ معقول طور پر یہ ظاہر کرتی ہیں کہ معتقدین قدیم کے چرچ میں پیش آنے والے عمل پیچیدہ اور متضاد ہیں جبکہ مختلف فرقوں اور رجحانات میں بحران مختلف راہوں سے آگے بڑھا۔

عقیدہ قدیم کی موجودہ حالت کی سائنسی تصویر کے ذریعہ عکاسی کرنا ایک پیچیدہ معاملہ ہے اصل مشکل یہ ہے کہ یہ متعدد خود مختار فرقوں اور مسلکوں میں بٹ گیا ہے اور ایک ہی فرقے کی مختلف قسمیں اکثر ایک دوسرے سے خاصی مختلف ہوتی ہیں مزید برآں ایسے فرقے جیسے فیدوسیف، فلپوف اور نیتوف کی کوئی واحد تنظیم نہیں ہے اور یہ ایک دوسرے سے لائق، خود مختار برادریوں کے ایک مجموعے کو ظاہر کرتے ہیں اس تمام صورت حال کی وجہ سے مختلف علاقوں میں عقیدہ قدیم کی صورت حال کے متعلق سائنسی اطلاعات کے حاصل کرنے میں رکاوٹ پیش آتی ہے۔ زیر نظر مضمون کا مقصد تحریک کے



اہم فرقوں اور رجحانات کو تفصیل سے بیان کرنا اور اس کے ارتقاء اہم راہوں کی نشاندہی کرنا ہے۔

ہمعصر عقیدہ قدیم کے حامل چرچ کی ارتقاء اور اس مذہبی رجحان کے مخصوص بحران اور تنزل کو اس وقت تک صحیح طور پر سمجھا اور جانچا نہیں جاسکتا جب تک اس کی سابقہ تاریخ اور روسی تاریخ کی تمام اقسام کی سماجی تبدیلیوں اور منتقلیوں کے ساتھ اس کی مطابقت کے پیچیدہ عمل کو زیر غور نہ رکھا جائے۔

اپنی شروع کی ایک کتاب میں لینن نے اس جاتی پہچانی حقیقت کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے کہ ”مذہبی بھیس میں سیاسی احتجاج قوموں کی ترقی کے ایک مخصوص درجے پر تمام قوموں کا خاصہ رہا ہے۔“

عقیدہ قدیم جو روسی تاریخ کے سب سے بڑی مذہبی اور سماجی تحریکوں میں سے ایک ہے زرعی فلاحی کے خود مختار نظام کے خلاف ایک بڑی مخصوص اور ساتھ ساتھ منفرد قسم کا سوشل احتجاج تھی اپنی سماجی ماہیت کے غیر معمولی تنوع کے اعتبار سے یہ تحریک غیر معمولی نوعیت کی حامل تھی اور اسی نے اس کی پیچیدہ اور متفاد خصوصیت کا تعین کیا۔

عقیدہ قدیم روسی آرٹھوڈوکس چرچ میں ایک تفرقے کے بڑھنے سے پروان چڑھا جو سترویں صدی کے وسط میں چرچ کی اصلاح سے پیدا ہوا۔ یہ روسی چرچ کی اصلاح کے لئے موزوں وقت تھا تا کہ اس کے اختیار کو بڑھایا اور عوام میں اس کے اثر کو زیادہ کیا جائے اور مملکت سے اس کے اتحاد کو مضبوط کیا جائے۔ جاگیر دارانہ ٹوٹ پھوٹ کے دوران چرچ کی رسومات کی یکجائی اور طریقہ عبادات کی کتابوں کے مضمون منتشر ہو گئے مذہبی یکجائی کا مقصد سیاسی اتحاد کو مضبوط بنانا بھی تھا۔

تاہم روسی کلیسا کے قدامت پسند ذہنیت کے حامل افراد نئے طریقوں کو عقیدہ قدیم سے مکمل انحراف تصور کرتے تھے۔ اصلاح کے مخالف افراد طریقہ عبادات کی نئی کتابوں



اور رسومات کو یونانی کتابوں سے نقل شدہ اور بدعتی تصور کرتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں یونانی آرتھوڈوکس میں رومن کیتھولزم کی بدعت کی آمیزش تھی قدیم چرچ نے چرچ کی اصلاح کی غلطیوں اور بد نظمی کو ثابت کرنے کی کوشش میں زار کو عرضداشت پیش کی تاہم یہ اصلاح مملکت کے غور و خوض کی پیداوار تھی اس کا سب سے بڑا ابتداء کرنے والا زار الیکسی میتخائیکوویچ تھا اور اسی وجہ سے اس کی مخالفت کرنے والے افراد نے روحانی تلوار کا اور پھر دنیاوی تلوار کا خطرہ محسوس کیا۔ ۱۶۵۳ء کی چرچ کونسل نے مذہبی رسومات کی تبدیلیوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرنے والوں کو برادری سے خارج اور اصلاح کے مخالفین کو ماسکو سے جلا وطن کر دیا گیا۔

دریں اثناء عقائد کے فرق کے علاوہ چرچ کی جدت طراز لوگوں کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان دوسرے اختلافات نے سوشل درآمد کی حیثیت اختیار کرنی شروع کر دی۔ عقیدہ قدیم کے حامیوں کے ساتھ روسی معاشرے کے مختلف طبقوں کے نمائندے جو موجودہ صورت حالات سے غیر مطمئن تھے، شامل ہو گئے۔

یہ نفاق سترہویں صدی کے وسط میں روس میں موجودہ طبقاتی تضادات کا مذہبی اظہار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی پیشواؤں کے ایک حصے کے (زیادہ تر نچلے درجے کے) اصلاح کے خلاف احتجاج کو روسی معاشرے کے مختلف شعبوں کی پشت پناہی حاصل تھی جو کم و بیش امراء کی حکومت کے خلاف تھے۔

معتقدین قدیم کی تحریک میں کسانوں کے بڑے بڑے گروہ اور دیہی نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے جو اس کی اصل قوت محرکہ بن گئے اور اس طرح اس میں کچھ جمہوریت کی رنگ آمیزی شامل ہو گئی۔ مزید برآں معتقدین قدیم کے ایک جانب تو جاگیردارانہ طبقات اور پرانے ملازم پیشہ طبقے کے کچھ عناصر شامل ہو گئے اور دوسری جانب حکومت کی اقتصادی پالیسی سے غیر مطمئن ابھرتے ہوئے بورژوائی۔



اس نفاق کی خصوصیت دو مخالفانہ رجحانات تھے ایک نوع اور ماہیت کے اعتبار سے قدامت پسند اور رجعت پسند تھا اس کو بنیادی طور پر فیوڈل طبقات کے نمائندوں مذہبی پیشواؤں کا ایک حصہ، امراء اور شاہی محافظین جو اپنے خصوصی مراعات کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے تھے ”پرانے وقتوں“ سے ان کا لفظی میل تھا۔ دوسرا رجحان نوع کے اعتبار سے تو ویسا ہی قدامت پسند و رجعت پسند تھا لیکن خارجی طور پر ترقی پسند تھا۔ اس کے پیروکاروں میں کسانوں کے نمائندے، دیہی آبادی، ابھرتے ہوئے بورژوائی، نام نہاد تیسرے درجے کے افراد شامل تھے۔ جب یہ پرانے وقتوں کی بات کرتے تھے تو ان کا مطلب بالکل مختلف ہوتا تھا یعنی ان کے مفادات کو ظاہر کرتی ہوئی ایک قسم کی سوشل مشائی جنت۔

یہ روسی معاشرے کے وہ حصے تھے جو سترہویں صدی کے اواخر اور اٹھارہویں صدی کے اوائل میں معتقدین قدیم کی تحریک کے اہم محرک قوتوں میں تبدیل ہو گئے۔ یہ وہ سماجی طبقات تھے جو پھیلتی ہوئی جاگیردارانہ سوسائٹی میں سرمایہ دارانہ تعلقات کے فروغ سے وابستہ تھے۔ ان حالات میں عقیدہ قدیم ایک مذہبی بھنڈا تھا جس نے کسانوں اور شہری آبادی کے ایک مخصوص، کافی بڑے حصے اور بورژوائیوں کو جاگیردارانہ نظام اور مطلق العنانی کے خلاف جدوجہد میں یکجا کیا ہوا تھا۔

معتقدین قدیم کی مطلق العنانی اور زرعی غلامی کے نظام کے خلاف جدوجہد زیادہ ترقی پسند تھی اور اس نے روس میں سرمایہ دارانہ تعلقات کی ترقی کو فروغ دیا۔ یہ ایک ایسی جدوجہد تھی جس نے روس میں زرعی غلامی کے نظام کے خاتمے سے پہلے معتقدین قدیم کی تحریک میں سماجی خصوصیت پیدا کی۔ روس میں معتقدین قدیم کے علاوہ کسی دوسری مذہبی تحریک نے سرمایہ دارانہ تعلقات کی ترقی پر اتنا زیادہ اثر نہ ڈالا۔

لیکن جیسے جیسے سرمایہ دارانہ نظام ترقی کرتا گیا معتقدین قدیم کی تحریک خالصتاً



مذہبی تحریک میں تبدیل ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ ۱۸۶۰ء اور ۱۸۷۰ء کے عشروں میں اس سے پہلے سماجی احتجاج کے عنصر کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور یہ ایک مکمل مذہبی رجحان میں تبدیل ہو گیا جس کا بنیادی پروگرام آزادی، ضمیر اور مذہبی رواداری کا مطالبہ تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ معتقدینِ قدیم کے درمیان سماجی اختلافات واقع ہوئے گئے جس کے ایک کنارے پر تو ممتاز سرمایہ داروں، تاجروں اور امیر کسانوں پر مشتمل معتقدینِ قدیم کا ایک چھوٹا سا حصہ تھا جبکہ دوسرے کنارے پر پروتاری، نیم پروتاری اور دیہی غرباء پر مشتمل معتقدینِ قدیم کے نچلے طبقے کے عوام تھے۔ ۱۹۰۵ء کے انقلاب کے دوران معتقدینِ قدیم کی تمام بڑی تنظیموں نے ایک واضح انقلاب دشمن، ملکیت پسند موقف اختیار کر لیا اس کے ساتھ ہی معتقدینِ قدیم کے نچلے طبقے کے عوام نے جو بنیادی طور پر محنت کش تھے رفتہ رفتہ بورژوازی کے سیاسی کنٹرول سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔

معتقدینِ قدیم کی تحریک میں محنت کش افراد اور بورژوازیوں کے درمیان طبقاتی تضادات ۱۹۱۷ء کے عظیم انقلاب اکتوبر کی تیاریوں اور آغاز کے دوران شدید ہو گئے جس کا عقیدہ قدیم کے مستقبل پر شدید اثر ہوا۔ انقلاب کے زیر اثر اور تمام سماجی تعلقات کی تبدیلیوں اور سیکولر پروپگنڈے کے اثرات کے تحت معتقدینِ قدیم کے تمام حلقوں میں مذہب سے لا تعلق کار جحان تیزی سے پھیلنے لگا جو سیکولر موقف کی جانب تبدیلی کے آثار تھے۔ بڑوں کی ممنوعات کی حکم عدولی کرتے ہوئے کئی نوجوان معتقدینِ قدیم نے سماجی کاموں میں دلچسپی لی اور مذہب سے الگ ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء کے عشرے کے آواخر میں معتقدینِ قدیم کی برادریوں میں چرچ اور عبادت گاہوں کو جلانے والے افراد کی تعداد میں شدید کمی واقع ہوئی۔

سوویت یونین کے معتقدینِ قدیم نے خصوصاً ۱۹۳۰ء کے عشرے میں زراعت کی اجتماعت اور قومی صنعت کاری کے پروگرام کے آغاز کے بعد مذہب سے علیحدگی



اختیار کرنی شروع کر دی اسی عرصے کے دوران ان میں سے نوجوانوں اور ادھیڑ عمر کے افراد کی اکثریت نے مذہب ترک کر دیا اور کئی معتقدینِ قدیم کی انجمنوں نے کام کرنا ختم کر دیا۔ سیکورٹینے کے اس عمل کو نئے صنعتی مراکز کے قیام کے ساتھ وابستہ بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے عمل نے تیز تر کر دیا۔ معتقدینِ قدیم کی مذہب اور چرچ سے علیحدگی ایک تاریخی منطقی عمل تھا اور سوویت یونین میں رونما ہونے والی بڑی سماجی تبدیلیوں نے اس کا تعین کیا۔

یہ شدید رد عمل ۱۹۳۱ء - ۱۹۳۵ء کی عظیم جنگِ حبِ الوطنی کے چھڑ جانے کی وجہ سے رک گیا۔ جنگ کے مصائب اور محرومیوں کی وجہ سے معتقدینِ قدیم کے ایک حصے میں مذہبی جذبات پھر ابھر آئے بعض علاقوں میں جہاں معتقدینِ قدیم کی برادریاں سرے سے غائب ہو گئی تھیں ان کے آثار پھر پیدا ہو گئے اور کچھ چرچ اور عبادت گاہیں پھر سے کھل گئیں۔

مزید برآں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ معتقدینِ قدیم کی غالب اکثریت نے آزماؤں کے دور میں اپنی سوویت مادر وطن کے لئے سچی حبِ الوطنی کا اظہار کیا اور نازی حملہ آوروں کے خلاف لڑائی میں بھرپور حصہ لیا۔ معتقدینِ قدیم ہیں ایسے کئی جنگ میں حصہ لینے والے تجربہ کار افراد شامل تھے جنہیں سرکاری اعزازات سے نوازا گیا تھا معتقدینِ قدیم ہیں سے کئی افراد نے جو دشمن کے قبضے میں آنے والے علاقوں میں رہتے تھے، شدید حبِ الوطنی کا مظاہرہ کیا اپنے رفیقوں کی سرگرمی سے مدد کی اور بالٹک کی جمہوریاؤں اور بائلوریشیا میں حبِ الوطن فوج کے دستوں میں شمولیت اختیار کی۔ ساتھ ہی کچھ معتقدینِ قدیم جنونی جذبات کے احیاء کے تجربے سے گزرے۔

اسی طرح جنگ کے بعد شروع کے چند سالوں کے دوران جب مابعد جنگ آباد کاری کے ساتھ وابستہ مصائب ابھی شدید طور پر محسوس کئے جا رہے تھے کچھ مذہبی احیاء کا



مشاہدہ کیا گیا۔ اس کا سبب یہ حقیقت بھی تھی کہ معتقدینِ قدیم کی تحریک میں سوویت یونین میں دوبارہ شمولیت اختیار کرنے والے بالٹک کے علاقے، مولداویا، یوکرین اور بعض دوسرے مغربی علاقوں کے مذہب پرست افراد بھی شامل ہو گئے تھے ان علاقوں کے معتقدینِ قدیم ابھی سیکولر بننے کے اس عمل سے نہیں گزرتے تھے جو اس دور کی خصوصیت تھا جب سوویت یونین میں سوشلزم کی بنیادیں ڈالی جا رہی تھیں۔ نتیجتاً ان معتقدینِ قدیم کی مذہبی سرگرمیاں ابھی شدید نوعیت کی تھیں۔ ان تمام عوامل نے مجموعی طور پر معتقدینِ قدیم کی تحریک کو مضبوط بنانے میں مدد کی۔

مذہبی احیاء کو محرک بنانے والے ان عناصر کا اثر دیر پا نہ تھا اور ۱۹۵۰ء کے عشرے کے آخر میں ایک اور منزل کے آثار نمودار ہوئے۔ حالیہ طور پر معتقدینِ قدیم کی تحریک ایک ایسے طویل بحران سے گزر رہی ہے جس نے اس کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔

معتقدینِ قدیم کی برادر یوں کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتے وقت یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ ان کی تعداد میں نمایاں طور پر کمی واقع ہوئی ہے۔ یکم جنوری ۱۹۱۲ء کی سوویت یونین کی قومی مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق عقیدہ قدیم کے پیروکاروں کی تعداد ۲,۶۲۱,۲۰۲ تھی بلاشبہ اس تعداد کی صحت کی ضمانت نہیں دی جاسکتی کیونکہ کئی معتقدینِ قدیم نے مردم شماری اور رجسٹریشن سے گریز کا راستہ اختیار کیا تھا، ہمارے خیال میں قبل از انقلاب معتقدینِ قدیم کی تعداد ۱۰ بلین تھی (۲۰-۲۵ بلین کے تخمینے صاف طور پر مبالغہ آمیز ہیں) جملہ آبادی سے ان کے تناسب میں زیادہ شدید کمی واقع ہوئی ہے۔

اسی طرح اس فرقے کی ساخت میں بھی تبدیلی آئی ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ماضی میں یہ کئی بڑے مسلکوں میں اور کئی چھوٹے رجحانات میں منقسم ہو گیا تھا۔ بہر حال انقلاب



سے بھی پہلے ایسویں صدی کے آخر میں معتقدینِ قدیم کے چرچ میں کئی نمایاں رجحانات موجود تھے جن کے اطراف معتقدینِ قدیم کا مجمع جمع تھا۔

سوویت عوام کی زندگی میں بنیادی سماجی و اقتصادی اور تمدنی تبدیلیوں کی وجہ سے معتقدینِ قدیم کے چرچ کے نظریات میں سنجیدہ تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔

سب سے پہلے تمام بڑے مسلک کے سیاسی رجحانات میں بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ان مقلدین کے جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے جن کی غالب اکثریت سوویت حکومت کی حامی ہے اور جو پُر جوش حب الوطن ہیں۔ معتقدینِ قدیم کے رہنما کیونسٹ پارٹی اور سوویت حکومت کی پالیسی کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں وہ عظیم سوشلسٹ انقلاب اکتوبر کی حمایت کرتے ہیں جس نے "حقیقی آرٹھوڈوکس معتقدینِ قدیم کے چرچ کو زار کی حکومت اور حکمران نکر نیانی چرچ کے متواتر ڈرانے دھمکانے اور وحشیانہ جبر سے ہمیشہ کے لئے نجات دلائی اور معتقدینِ قدیم کے چرچ نے آخر کار طویل انتظار کے بعد مذہبی آزادی حاصل کر لی۔" لک

جنگ کے بعد ۱۹۴۸ء میں لیتھوانیا میں معتقدینِ قدیم نے سوویت حکومت کو تسلیم کرنے اور حکومت کی مقرر کردہ قومی تعطیلات میں قومی عبادات ادا کرنے اور اجتماع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بلاشبہ اس قسم کے حقائقِ مذہبی عقائد کی جدتِ طرازی تو ثابت نہیں کرتے بلکہ نظریاتی تبدیلی اور معتقدینِ قدیم کی تنظیموں کے سیاسی رجحانات کا اظہار کرتے ہیں۔ عیسائی نظریہ نگاروں کے جانے پہچانے قدیم بیانات کو اب سوشلسٹ معاشرے کے بنیادی نئے سماجی اقدار اور نظریات کی مطابقت میں ڈھالا جا رہا ہے؛ معاشرے کے مفاد میں کام جس سے انسان کا انسان کے ذریعہ استحصال کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ سوشلسٹ مادرِ وطن کا سامراجی حلقوں کے غاصبانہ پھیلاؤ سے تحفظ وغیرہ۔ مذہب



پرستوں کی اکثریت کو سوشلسٹ نظام کے فوائد اور سوویت طریقہ زندگی کے انسانی عنصر پر غور کرنے کے بعد اس بات کا یقین ہے کہ عیسائیت اور کمیونزم ساتھ ساتھ اپنا وجود برقرار رکھ سکتے ہیں کچھ نظریہ نگار یہ ثابت کرنے کے لئے بیجین ہیں کہ سائنسی کمیونزم کے نظریات عیسائی عقیدے سے اخذ کئے گئے ہیں۔

معتقدینِ قدیم کی تنظیمیں قوموں کے درمیان امن اور دوستی کے فروغ کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں۔ معتقدینِ قدیم کی بڑی تنظیموں کے لیڈروں نے زاگورسک میں ۱۹۵۲ء میں منعقدہ سوویت یونین کے تمام چرچوں اور مذہبی اجتماعوں کی کانفرنس سے خطاب کیا بلاشبہ امن کی اپیلوں اور امن کے لئے جدوجہد میں حصہ لینے سے معتقدینِ قدیم کے لیڈروں کا وقار ان کے پیروکاروں کی آنکھوں میں اونچا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ معتقدینِ قدیم نے مندرجہ ذیل اجتماعات میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا: ۱۹۶۹ء میں چرچوں اور مذہبی اجتماعوں کی دوسری کانفرنس برائے امن، امن افواج کی عالمی کانگریس (ماسکو ۱۹۷۳ء) مذہبی کارکنوں کی عالمی کانفرنس برائے بین القومی دیرپا امن، تخفیفِ اسلحہ و منصفانہ تعلقات (ماسکو ۱۹۷۷ء) مذہبی کارکنوں کی کانفرنس برائے تحفظ زندگی از اٹلی تباہ کاری (ماسکو ۱۹۸۲ء)

عقیدہ قدیم کے وقار کو اس کے حلقے کی نظروں میں اونچا کرنے کے مقصد کے تحت اس کے رہنما اور نظریہ نگار ہر ممکن طریقے سے روسی تاریخ میں ایک مختلف الگ ذہب اور سماجی تحریک کی حیثیت سے اس کے خصوصی کردار کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس ضمن میں اسپین ریڈن اور ایمیلیان پوگاچیف کی سرکردگی میں کسانوں کی بغاوت سے اس کی کرپولوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ معتقدینِ قدیم کے رجحان کو ایک سیاسی طور پر فعال باغیانہ تحریک کی حیثیت سے پیش کرنے کا یہ خود ایک مخصوص رجحان ہے۔ یہاں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ انقلاب سے قبل جبر اور تشدد کے باوجود



عقیدہ قدیم کے کئی نظریہ نگار اور لیڈر ریڈن اور پیوگاپیف کی بغاوتوں میں معتقدین قدیم کی شراکت کے موضوع پر خاموش رہے۔ آج کے نظریہ نگار ماضی میں معتقدین قدیم کی تحریک کی مختلف رائے نوعیت کو ابھار کر دکھانے کا ایک بھی موقع نہیں چھوڑتے اور اس طرح وہ معتقدین قدیم کے رہنماؤں کی روسی شہنشاہیت کی مکمل اطاعت کی پالیسیوں کے بالکل برعکس عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

معتقدین قدیم کے نظریہ نگاروں کے عوامی بیانات میں ایک اہم نکتہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عقیدہ قدیم کو سچے یا اصلی عقیدے کے طور پر پیش کرتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے زمانے سے موجود ہے۔ سست رفتار اور قدامت پسند ہونے کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے وہ اصرار کرتے ہیں کہ معتقدین قدیم کی تحریک نے ہمیشہ مختلف سماجی اور اقتصادی تبدیلیوں کا مستعدی سے ساتھ دیا ہے اور زار کے آمریت کے خلاف جنگ میں پوری شرکت کی اور روس کی اقتصادی ترقی اور تمدن کی ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔

روس کی اقتصادی ترقی میں شرکت نے دراصل بورژوازی سوسائٹی میں استحصال پسندانہ تعلقات کو مستحکم بنانے میں حصہ لیا زار کی آمریت کے خلاف جنگ میں یہ شرکت دراصل برائے نام تھی خصوصی طور پر اگر یہ بات ذہن نشین رکھی جائے کہ زرعی غلامی کے خاتمے کے آغاز سے یعنی ۱۸۶۰ء کے عشرے سے معتقدین قدیم کی لیڈر شپ زار کی حکومت کی مخالفت سے اس کی اطاعت کی جانب پلٹ گئی۔

جہاں تک عقیدہ قدیم کے پیروکاروں کے اچانک غیر شعوری احتجاج کا تعلق ہے یہ ان کے عقیدے کی خلاف ورزی میں کیا گیا یہاں یہ بات خصوصی طور پر واضح کی جانی چاہیے کہ روس میں انقلابی تحریک کا فروغ جو عظیم سوشلسٹ انقلاب کو تیز پر منتج ہوتی عقیدہ قدیم سے بالکل آزادانہ طور پر ہوا جس کے لیڈروں نے روسی تاریخ کے



انتہائی تشویشناک مراحل پر جیسا کہ ۱۹۰۵ء کا انقلاب (زار کی حکومت کی حمایت میں جلوس نکالنے)۔ لہذا معتقدینِ قدیم کے محنت کش عناصر نے جوان کا سب سے کچلا ہوا اور حقیقت پسندانہ حصہ تھا جو آمریت کے استبداد اور اپنے ہم مذہب سربراہوں اور امیر کسانوں کے استحصال کا شکار تھا۔ عقیدہ قدیم کو ترک کر دیا اور اجتماعی روسی انقلابی تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔

قدیم روسی طرز تعمیر فن اور تمدن کے فروغ میں معتقدینِ قدیم کے حصے کے موضوع پر عذر خواہ چپ رہتے ہیں کہ کس طرح پرچ کے لیڈروں نے سیکولر تمدن، سیکولر آرٹ کو ادبانے اور لوک فن کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

سب سے زیادہ روشن خیال اور تعلیم یافتہ معتقدینِ قدیم نے انیسویں صدی کے آخر میں ہی آرٹ کے خلاف یہ مخالفانہ طرز عمل اس وقت ترک کر دیا جب فن کے دولت مند معتقدینِ قدیم سر پرستان نے روسی پیٹنگز اور ادب کا بیش بہا مجموعہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ (بشمول تریٹیاکوف گیلری متعدد لائبریریاں وغیرہ) تاہم معتقدینِ قدیم کے رہنماؤں کی بڑی تعداد نے تب بھی ہر قسم کے غیر مذہبی فن پاروں کی مخالفت جاری رکھی۔ آج بھی بعض جگہوں پر بعض معتقدینِ قدیم دنیاوی راحتوں کے خلاف منہی رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں مثلاً اسٹیج، اسکرین، موسیقی اور رقص وہ ٹی وی پروگراموں اور ریڈیو کی نشریات کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں گناہ شمار کی جاتی ہیں۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی عقیدہ قدیم کے معاصر نظریات پر بڑا زبردست اثر ڈال رہی ہے ذرائع ابلاغ کے توسط سے اطلاعات کے لامحدود طور پر پھیلنے کی وجہ سے سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید ترین ترقی یافتہ شکلوں کی اطلاعات مذہب پرستوں کو بہم پہنچتی رہتی ہیں۔ نتیجتاً سائنسی طور پر متعلقہ خیالات رفتہ رفتہ مذہبی عقائد کی جگہ لے لیتے ہیں آج کل کے عقیدہ قدیم کے نظریہ نگار سائنس، سائنسی معلومات



اور متعلقہ مذہبی خیالات کے خاتمے کے روز افزوں وقار کو مزید نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یا تو روایتی مذہبی آلات کا استعمال کرتے ہیں یا اپنے آرتھوڈوکس پروٹسٹنٹ اور کیٹھولک ساتھیوں کی تحریروں کا حوالہ دیتے ہیں۔ معتقدینِ قدیم کے نظریہ نگاروں کے مخصوص ریمارکس اس ضمن میں یہ ہوتے ہیں کہ سائنس مذہب کی مخالفت نہیں کرتی جس کا دراصل مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ دوہری سچائی کے نظریے سے بات کو شروع کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس خیال کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جدید ترین سائنسی کامیابیاں خدا کے وجود کے خیال کو استحکام بخشتی ہیں اور اس خیال کو مشہر کرتی ہیں کہ خدا ہمیشہ سے موجود ہے اور خدا کے جسم انسانی میں حلول کر جانے کے خیال کو قدیم اور فرسودہ قرار دیتی ہیں۔ ایسے بیانات مذہب پرستوں کے شعور پر دنیائے سائنسی خیالات کے اثر اور سائنسی بنیادوں پر سیکولر پروپیگنڈے کا نتیجہ ہیں جو خدا کے متعلق روایتی نظریات و عقائد کو ڈھا دیتا ہے اپنے عقیدے کے اس حصے میں جدت پیدا کرتے ہوئے معتقدینِ قدیم کے مفکرین خدا کے متعلق نظریے کو اس عقیدے کے ذریعہ دوام بخشنے کی امید کرتے ہیں کہ ہم عصر حالات میں بھی اس خیال کی ایسی ترجمانی کو سیکولر تنقید سے نقصان پہنچنے کا بہت کم احتمال ہے۔

عقیدہ قدیم میں ان رجحانات کے ساتھ ساتھ بالکل متضاد نوعیت کی چیزیں بھی مشاہدہ میں آتی ہیں۔ مذہب پرستوں میں ماقبل حضرت عیسیٰؑ کے دور سے ہر قسم کے مافوق الفطرت خیالات عام ہیں مثلاً بھوت پریت، گھر میں ارواح، جنگل میں جن، دیو اور بدروح وغیرہ۔

مذہبی ادب کے بارے میں معتقدینِ قدیم کے رویے سے بھی مذہبی عقائد کے ناتمے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ماضی میں یہ لوگ مذہبی اور عبادات سے متعلق تحریروں کی بڑی احتیاط اور حفاظت کرتے تھے کتابیں نسل در نسل ایک بیش بہا خزانے کے طور



پر منتقل ہو کرتی تھیں۔ محققین نے یہ بات نوٹ کی تھی کہ گھر میں بھی مذہب پرست افراد اپنی مقدس کتابوں کو بلا ضرورت نہیں کھولا کرتے تھے اور دوسرے عقائد کے ماننے والوں کو انہیں دکھانے سے گریز کرتے تھے۔ آج وہی کتابیں مذہبی افراد کی نظروں میں اپنی سابقہ اہمیت اور تقدس کھو چکی ہیں۔

معتقدینِ قدیم کے مذہبی رویے میں تبدیلیوں ان کی زندگی کی سیکولر طرز پر تبدیلی اور رفتہ رفتہ مذہب سے دستبرداری کے ضمن میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان کے پیروکاروں میں ایسے افراد کی کثرت ہے جو ایمان کے مسائل اور عبادت سے متعلقہ عقائد کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں اور مذہب کو روایتی طور پر مانتے ہیں۔ ان کی خدا پرستی صرف رسومات کی ادائیگی سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ اپنی مذہبی زندگی میں وہ رسمی عبادتی پہلوؤں پر توجہ دیتے ہیں مذہب پرستوں کا سب سے بڑا گروپ ایسے ہی افراد پر مشتمل ہے لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ عقیدہ قدیم دراصل ایک رسمی مذہب ہیں تبدیل ہو گیا ہے اور عقیدہ قدیم اس کے پیروکاروں کی وابستگی کی حیثیت صرف خانہ دانی روایات اور تہواروں اور رسومات کی ادائیگی کے ذریعہ ہی ہوتی ہے ان کے راسخ ایمان اور مذہبی ٹھوس اعتقاد سے نہیں ہوتی۔

عقیدہ قدیم کی عبادات کے حلقے میں بھی بڑی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کچھ عرصہ پہلے سوویت حکومت کے اولین سالوں میں معتقدینِ قدیم مذہبی تہوار اور رسومات بڑی سختی و پابندی سے منایا کرتے تھے جبکہ آج کچھ معتقدینِ قدیم گو کہ اپنے آپ کو ایمانداروں میں شمار کرتے ہیں نہ تو سادہ ترین مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں اور نہ چرچ جاتے ہیں بلکہ شاید ہی کبھی عبادت کرتے ہوں۔

اس بدلتے ہوئے رویے کی منظر یہ حقیقت ہے کہ اب روزمرہ کی معقولیت کو نسبت مذہبی بنیادوں کے طبعی بنیادوں پر جانچا جاتا ہے۔ دوسری جانب غذا سے

اجتناب نہ کرنے کے کئی عذر پیش کئے جاتے ہیں مثلاً صحت کی حالت کام کرنے کے لئے
توانائی کی ضرورت وغیرہ۔

معتقدینِ قدیم اب بھی بیتسمہ پر سختی سے قائم ہیں معتقدینِ قدیم کے گھرانوں میں
پیدا ہونے والے اکثر بچوں کو بیتسمہ دیا جاتا ہے ان میں بعض غیر مذہبی خاندان بھی
شامل ہیں) یہ پہلے سے زیادہ آسان ہے کیونکہ یہ خیال عام ہے کہ ضرورت پڑنے پر بچے
کو ایک نو سکھ آدمی جیسے والدینِ دانی وغیرہ بھی بیتسمہ دے سکتے ہیں تاہم مذہب پرستوں
کے خاندانوں میں بھی ایسے بچوں کی کافی بڑی تعداد ہوتی ہے جنہیں بیتسمہ نہیں دیا گیا۔
یہ کہا جاسکتا ہے کہ عقیدہ قدیم کی عبادات کا جدید ڈھانچہ رفتہ رفتہ شدید زوال
کی جانب رواں ہے جو اس کے بحران کی شدت کا نمایاں اظہار ہے۔ معتقدینِ قدیم
کے تمام طبقات یکساں طور پر بحران سے متاثر نہیں ہوتے۔ بحران کا نشاۃ چوٹی دیہی
برادریاں اور غیر متعصب "قسم کے گروپ بنے بہتر تربیت یافتہ پادری برادر بڑی شہری
برادریاں اور متعصب، فرقہ واری قسم کی دیہی برادریاں زیادہ استحکام ظاہر کرتی ہیں۔
مذہب پرستوں کے روایتی طریق زندگی اور قدامت پسندی کی وجہ سے وہ سیکولرزم
کا بہتر طور پر مقابلہ کرتی ہیں۔

تاہم مجموعی طور پر معتقدینِ قدیم کی تحریک ایک شدید بحران سے گزر رہی ہے جس
کا شکار عقیدہ قدیم سے متعلقہ مخصوص رجحانات اور مخصوص غیر تبدیل شدہ شکل میں
برقرار عبادات ہوئے ہیں یہی چیزیں عقیدے اور عبادات میں جدت طرازی کو روکتی
ہیں جیسے کہ آر تھوڈوکس میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ مذہب میں ترمیم اور عصری
مطابقت تمام اقسام کی تبدیلیاں رعایات، دل چسپیاں جس کی اجازت آج معتقدین
قدیم کے رہنما دے رہے ہیں سب سے ان کا مقصد کم و بیش سیکولر گروہ کے افراد
پر اپنے کنٹرول کو برقرار رکھنا ہے لیکن ساتھ ہی یہ روایت سے پاک عقیدہ قدیم کی



مکمل طور پر تردید بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا مطلب معتقدینِ قدیم کی تحریک اور ”سچے ایمان“ کے فضول پن اور بے مقصدیت کو تسلیم کرنا ہوگا یہی وجہ ہے کہ معتقدینِ قدیم کے مفکرین ایک ہی وقت میں ”عقیدہ قدیم“ کو ناقابلِ تغیر قرار دینے اور اسے عصری مطابقت میں لانے کی کوشش کرنے پر مجبور ہیں۔

عقیدہ قدیم کی بحرانی کیفیت کی شدت کا اندازہ اس کے آرٹھوڈوکس چرچ سے مفاہمت کے رجحان سے بھی ہوتا ہے جو مابعد جنگ کے عرصے میں محسوس کیا گیا۔ حالیہ دور میں آرٹھوڈوکس اور عقیدہ قدیم کے درمیانی اختلافات کے دور ہونے کے اچانک عمل کا باآسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے درمیانی پرانے فرق اپنے معنی کھوپکے ہیں اور انہیں ختم کیا جا رہا ہے شہروں کے علاوہ متعدد دیہی علاقوں میں معتقدینِ قدیم کے چرچ میں آرٹھوڈوکس مذہب پھرست بھی آرہے ہیں اور دوسری جانب معتقدینِ قدیم بھی آرٹھوڈوکس چرچ میں عبادات اور رسومات میں حصہ لے رہے ہیں صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۷۱ء کی روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی لوکل کونسل میں نام تہاد برادری سے خارج کئے جانے کی پابندی اٹھائے جانے کے بعد سے آرٹھوڈوکس اور عقیدہ قدیم کے درمیان مفاہمت میں اضافہ ہوا ہے۔

نئے سوشل حالات کے تحت روسی آرٹھوڈوکس چرچ اور عقیدہ قدیم کے درمیان مزید مفاہمت کے رجحان کے ساتھ سماجی اور سیاسی عناصر اور آرٹھوڈوکس اور معتقدینِ قدیم کے مذہبی پیشواؤں کی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے آرٹھوڈوکس اور معتقدینِ قدیم کے چرچوں کے مذہبی پیشواؤں نے پرانی رسومات کو وقت کے تقاضوں کے خلاف سمجھا جو دونوں فرقوں کے ترجمانوں کے درمیان گفت و شنید میں رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے مفاہمت کے لئے کئے جانے والے اس اقدام

کا ان معتقدینِ قدیم کے نامندوں نے خیر مقدم کیا جنہیں کونسل میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی تاہم بائیکاٹ کے خاتمے کے بعد کے سالوں کے مشاہدے سے پتہ چلا کہ مفاہمتی عمل کو ایک حد تک متحرک بنائے جانے کے باوجود روسی آرٹھوڈوکس پیشواؤں کا یہ قدم معتقدینِ قدیم کو معقول حد تک متاثر کرنے میں ناکام رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آرٹھوڈوکس اور عقیدہ قدیم کے درمیان مفاہمت کا عمل پیچیدہ اور تضادات سے بھرپور ہے بایں ہمہ یہ رجحان ضرور موجود ہے۔

معاصر معتقدینِ قدیم کے چرچ میں زیر مشاہدہ آنے والے ان تمام رجحانات اور عمل سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شدید بحران سے گزر رہا ہے جس کا ایک اظہار عقیدہ قدیم کا بے جان ہو جانا اس کی کسی مخصوص رجحانات اور خصوصیات سے محرومی اور اس تحریک کے اندر موجود انفرادی رویوں کے درمیانی اختلافات کا خاتمہ اور اس کی آرٹھوڈوکسی سے مفاہمت ہے۔



حوالہ جات

- ۱۔ وی آئی لینن۔ مجموعہ مضامین جلد ۴ صفحہ ۲۳۳
- ۲۔ ۱۹۵۹ء کا اولڈ بیلور چرچ کیلنڈر ماسکو صفحہ ۸۳ (روسی زبان میں)
- ۳۔ سوویت یونین کے تمام چرچوں اور مذہبی انجمنوں کی کانفرنس برائے تحفظ امن، ماسکو پیٹری آرکیٹ پریس ماسکو ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۳۸ (روسی زبان میں)
- ۴۔ یو وی گاگرین۔ معتقدینِ قدیم، سیکٹیٹھو کار ۳، ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۱۸-۱۲۰ (روسی زبان میں)
- ۵۔ اے اے پودمازوف چرچ بغیر پیشواؤں کے، ریگا ۳، ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۵۵۔

۱۵۶ (روسی زبان میں)



سوویت یونین میں اسلام



عالمیہ چند برسوں میں سوویت مطالعاتی مراکز مغرب اور بعض اسلامی ممالک کے ذرائع ابلاغ نے سوویت یونین میں مسلمانوں کی زندگی میں بڑھتی ہوئی دلچسپی ظاہر کی ہے ان کی اشاعتوں میں اکثر دو بیانات ملتے ہیں۔ پہلا یہ کہ سوویت یونین میں اسلام اور مسلمانوں پر جبر کیا جاتا ہے۔ ”مسلمانوں کو مذہبی رسومات کی ادائیگی کا حق نہیں دیا جاتا“ اور ”قرآن کی اشاعت ممنوع ہے۔“ دوسری جعل سازی میں اب کوئی اصلیت باقی نہیں رہی۔

بورژوائی اور مذہبی مفکرین کا کہنا ہے کہ ”مسلم مسئلہ روس میں سراٹھاتا ہے“ مسلمان ایک مخالفانہ معاشرہ ہیں ایک ایسا ہم ہے جو دیر تو کرتا ہے لیکن ایک نہ ایک وقت پھٹتا ضرور ہے۔“

ان مفروضات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جیسا کہ ایک اطالوی صحافی ویو سینونی نے کہا ہے کہ یہ سولتے اپنے اختراع کرنے والوں کی سوچ کے علاوہ اور کسی چیز کو ظاہر نہیں کرتے۔

حقائق کچھ اس طرح ہیں :

روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے بعد اسلام اپنے پیروکاروں کی تعداد کے اعتبار سے



سوویت یونین میں دوسرا درجہ رکھتا ہے مسلمان وسط ایشیا کی جمہوریاؤں قازقستان
 آذربائیجان، شمالی کوکیشیا کی خود مختار جمہوریاؤں اور وولگا کے علاقے روسی دفاق
 کے متعدد دوسرے علاقوں اور جارجیا اور آرمینیا کی جمہوریاؤں میں رہتے ہیں۔ ان
 میں سے زیادہ تر کا تعلق مسلمانوں کے سنی فرقے سے ہے لیکن کوکیشن میں شیعہ اور
 پامیر میں اسماعیلی بھی پائے جاتے ہیں۔

سوشلسٹ نظام نے مسلمانوں کو سماجی اور قومی جبر سے نجات دلانے کے بعد
 انہیں سیاسی، اقتصادی اور انفرادی حقوق کی بشمول عبادات کے حق کی مکمل
 ضمانت دی۔

سوویت یونین کے مسلمانوں کے تصرف میں سینکڑوں جامع مسجدیں اور ہزاروں
 چھوٹی دیہی اور علاقائی مساجد ہیں۔ سوویت یونین کے ۱۹۷۷ء کے دستور کے نفاذ
 کے بعد ۶۹ نئی مساجد قائم کی گئیں سوویت یونین میں مسلم علماء کے بورڈ باقاعدگی
 سے قرآن کی اشاعت کرتے رہتے ہیں (۱۹۸۳ء میں اس کی بڑی تعداد میں اشاعت
 ہوئی جو جنگ کے بعد ساتویں بار ہوئی) اس کے علاوہ احادیث رسول کے مجموعے، ابراہما
 کینڈر، مشرقی روس کے نامی رسالہ اور دوسرا مذہبی ادب بھی پابندی سے شائع
 ہوتا رہتا ہے۔ مسجد میں خدمات انجام دینے والوں کو ملک میں اسلامی تعلیمی اداروں
 کے علاوہ عرب ممالک کی یونیورسٹیوں کے شریعت کے شعبوں میں تربیت دی جاتی ہے
 سوویت یونین کے مسلمان ۸۰ سے زائد ممالک میں اپنے ہم مذہبوں سے رابطے قائم
 رکھتے ہیں۔

اردن یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر عبدالسلام میخالی نے جن کی قیادت میں اردنی
 مسلمانوں کے ایک وفد نے ۱۹۸۳ء کے موسم گرما میں ازبکستان اور آذربائیجان کا دورہ
 کیا۔ دورے کے بعد اجار تویسوں سے کہا "ہم نے دیکھا ہے کہ سوویت یونین میں



آزادیِ ضمیر سے متعلق خود غرضانہ پروپیگنڈہ کتنا جھوٹا ہے ہم نے دیکھا کہ آپ کے ملک میں مسلمان اپنے مذہب کی پیروی کرنے کے لئے مکمل طور پر آزاد ہیں وہ اسلام کے احکامات کی پابندی کرنے کے لئے آزاد ہیں اس کا ہمیں اس وقت یقین آیا جب ہم نے سوویت یونین کے مختلف حصوں میں واقع جامع مساجد کا دورہ کیا۔ ہم مذہبی افراد کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں ان سے خطاب کرنے کا موقع دیا گیا کئی شہروں میں ہم نے پرانی مساجد کی نئی مرمت کا کام اور نئی مساجد کی تعمیر کا کام ہوتے ہوتے دیکھا۔“

تاریخی حقائق مسلمانوں کی انجمنوں کی سرگرمیاں اور مذہب پرستوں میں اجتماعی انتخابات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوویت یونین کے مسلمان اپنے مادر وطن سے محبت کرتے ہیں وہ رضا کارانہ اور شعوری طور پر نئے معاشرے کی تشکیل اور اس کے نظام کے چلانے میں حصہ لیتے ہیں۔ مذہبی رہنماؤں کی اکثریت سوشلسٹ مملکت اور سماجی نظام کی پُر خلوص حمایت کرتی ہے اس بات کو آج کئی ایسے مبصرین بھی تسلیم کرتے ہیں جنہیں سوشلزم سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

کریگ۔ آر۔ وہسٹنی نے نیویارک ٹائمز کی ۱۲ اپریل ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں لکھا: ”صاف واضح ہے کہ آیت اللہ کے اسلامی احیاء کو ایران کے سوویت پڑوسی میں اپنی دشمنی کا زہر پھیلانے کا کوئی موقع میسر نہیں ہے اس کی دو وجوہات ہیں جنہیں سوویت مسلمانوں میں بے چینی پائے جانے کے خیال کے مغربی حمایتی اکثر نظر انداز کر دیتے ہیں مصنف لکھتا ہے کہ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ سوویت مسلمانوں کی غالب اکثریت سینیوں پر مشتمل ہے دوسری یہ کہ سوویت مسلمان ملک میں سب سے زیادہ پیدائش کی شرح اور ایسے معیار زندگی اور معیار تعلیم کے ساتھ رہتے ہیں کہ جو نسلی غرور کے ذریعے کے طور پر کسی بھی مذہبی ورثے کی اپیل کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔“



مسلمان مذہبی پیشوا عظیم سوشلسٹ انقلاب اکتوبر کی تائید کرتے اور سوویت حکومت کی داخلی اور خارجی پالیسی کی حمایت کرتے ہیں اس موقف کی صرف اسی طرح تشریح کی جاسکتی ہے کہ یہ مسلمانوں کی اپنی مادر وطن سے حب الوطنی کا اور اس میں فخر محسوس کرنے کا اظہار ہے۔

بلاشبہ مذہبی انجمنوں نے یہ موقف آسانی سے اختیار نہیں کیا عظیم سوشلسٹ انقلاب اکتوبر کی کامیابی اور مسلمان محنت کش افراد کی جانب سے انقلاب کی اعلان کردہ سماجی و اقتصادی تبدیلیوں کی حمایت کی وجہ سے مذہبی انجمنوں کے اندر اور مذہبی پیشواؤں کے درمیان سوویت حکومت اور نئے معاشرے میں اسلام کی حیثیت کے متعلق رویے پر تلخ کش کش شروع ہو گئی اس افراد قری میں مذہبی پیشواؤں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے سوویت حکمرانی کے خلاف کھلم کھلا دشمنی کا اظہار جاری رکھا لیکن باقی افراد نے سوشلسٹ مملکت اور اس کے اقدامات پر وفادارانہ رویے کا مظاہرہ کیا۔ موخر الذکر نے سوویت حکومت کے اولین سالوں میں خدا کی منشاء کے اظہار کے طور پر انقلاب کا خیر مقدم کیا۔

دریں اثناء سوویت دشمن ذہنیت کے حامل ملاؤں نے مذہبی افراد میں ترقی پسندانہ جذبات کی مخالفت کرنے اور ان میں اختلافات کے عمل کو روکنے کی پوری کوششیں کیں طبعاتی فرق کا عمل شروع ہو گیا اور اس میں شامل نہ صرف پیروکاروں کے بلکہ مذہبی مشیروں کے بھی حلقے وسیع سے وسیع تر ہونے لگے اس میں مزید سہولت جن واقعات سے پیدا ہوئی وہ سوویت حکومت کا استیقام، کمیونسٹ پارٹی کی لینن کے اصولوں پر مرمت کردہ سماجی و اقتصادی اور قومیتوں سے متعلق پالیسی اسلام کا جھنڈا اہرنے والی زوال شدہ استحصالی جماعتوں اور ان کے بسماچی (BASMACHI) گروہوں کی ملازم پیشہ افراد پر شدید ظلم و بربریت وغیرہ تھے۔



۱۹۴۶ء کے عشرے کے اوائل میں مسلم انجمنوں اور مذہبی پیشواؤں میں سوویت مملکت اور سوشلسٹ نظام سے وفادارانہ رویے کا غلبہ ہوا اس عمل میں تیزی سے انقلابی تبدیلیوں کے دوران ان جماعتوں اور سماجی گروہوں کے غائب ہو جانے سے پیدا ہوئی جو مذہبی تنظیموں میں سوویت دشمن رویہ برقرار رکھنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ مسلم علماء کے بورڈ نے اپنے دستور فیصلوں اور اصولوں میں ایک نئی راہ اختیار کی دوسری عالمی جنگ کے دوران یہ راہ کمزور پڑنے کے بجائے مزید مستحکم ہو گئی۔

جنگ کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ مذہب سماجی زندگی کے اہم میدانوں میں باضابطگی پیدا کرنے کے کام سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو بیٹھا ہے مسلم انجمنیں اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھیں۔ ان کے ایک حقیقت پسندانہ سیاسی و سماجی موقف اختیار کرنے اور اسلامی مذہبی نظام میں سیکولر عناصر کے متعارف ہونے کا باعث دوسرا عنصر رفتہ رفتہ عوام کے مذہب کا پھولا اتارنے کے ساتھ ساتھ اسلام کا گھٹنا ہوا اثر تھا۔

سوشلزم کی ترقی چرچ کی حکومت اور اسکول سے علیحدگی شہریوں کے لئے حقیقی آزادی خمیر اور مذہبی رجحانات سے قطع نظر سماجی زندگی کے تمام میدانوں میں مساوات نے مذہب سے علیحدگی کو جنم دیا اس عمل میں تعلیم تمدن اور سائنس کی سیکولر اڑیشن عورتوں کی غلامی سے نجات اور طریق زندگی کو سوشلسٹ خطوط پر استوار کرنے کے عمل بڑی اہمیت کے حامل کام ہیں۔

سوویت یونین کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ سوشلزم کی ترقی کے ساتھ جیسے جیسے معاشرے کی سیکولر سوچ کی پختگی میں اضافہ ہوتا ہے ویسے ویسے مذہب پر ایمان لانے والے افراد کی تعداد میں کمی واقع ہوتی ہے۔ سوویت دور حکومت میں شہریوں کے شعور اور نفسیات میں بنیادی تبدیلیاں واقع ہوئیں اور مذہب کی جانب ان کے رویے میں واضح

تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ سوشلسٹ قوتوں کی تشکیل اور ترقی ان کے سیکور بننے کے ناقابل واپسی عمل کے ساتھ ساتھ ہوئی۔

مختلف طبقات میں مذہب پرستی کا رجحان کم سے کم تر ہوتا گیا، ۱۹۳۷ء میں بڑے پیمانے پر سیکولر تعلیم کا اہتمام کرنے والے بیلیمان یاروسلاو سکی نے یہ چیز نوٹ کی کہ دیہی آبادی کا تقریباً ایک تہائی حصہ اور شہری آبادی کا کم از کم دو تہائی حصہ مذہب کرچکا تھا اور "ان میں کئی ملین کسٹریکٹ سیکولر افراد شامل تھے"۔

عمرانی مطالعات نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے کے اوائل میں ازبک جمہوریہ کے چار علاقوں میں کی جلتے والی مردم شماری کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوا کہ کارکنوں کا ۷۷ فیصد دیہاتیوں کا ۲۹ فیصد اور سفید پوشوں کا ۵۷ فیصد حصہ ابھی مذہب کے زیر اثر تھا۔

ترکمان جمہوریہ میں دیہی آبادی کا ۳۱ فیصد حصہ (گنیا، ار جینچ کا قصبہ) ۱۹۶۰ء کے عشرے کے آخر میں اسلام پر قائم تھا اور تاشوز کے قصبے میں بالغ آبادی کا ۳۱ فیصد حصہ مذہب پرست تھا۔

اگر ۱۹۶۰ء کے عشرے میں ہونے والی مردم شماری کے اعداد و شمار کو آبادی کے غیر مذہبی، میانہ رو اور مذہبی افراد کے حصوں کے درمیانی نسبت کے ذریعہ ظاہر کیا جائے تب چیچنو، انگش خود مختار جمہوریہ میں یہ نسبت ۲:۵، ۳:۴ کی بنتی ہے۔ ملک کے دوسرے حصوں میں کئے جانے والے مطالعے کے نتائج اس سے کچھ مختلف بنتے ہیں۔ تاتار خود مختار جمہوریہ کے صدر مقام کازان میں بالغوں کا ۷۷ فیصد مذہب کو ماننا تھا جبکہ دیہی علاقوں میں ایسے افراد کی تعداد ۲۲ فیصد تھی۔ کارا کالپک خود مختار جمہوریہ کے مطالعے کے نتائج حسب ذیل ہیں: دیہی بالغ افراد میں کسٹریکٹ مذہب پرستوں کا تناسب ۷۷ فیصد، روایتی مذہب پرستوں کا ۲۲ فیصد اور مذہب کو

ماننے اور نہ ماننے کی درمیانی حیثیت کے حامل افراد کا تناسب ۳۶ فیصد ہے۔ لہذا یہاں بھی آبادی کی غالب اکثریت کا دنیاوی نقطہ نظر مذہبی نہیں ہے۔ دنیا کے متعلق سائنسی نقطہ نظر اور مذہبی افراد کے شعور پر اس کے بڑھتے ہوئے اثرات نے ابحاثوں کو نئے حالات سے مطابقت پیدا کر کے مذہب کے بحران سے نکلنے کا راستہ دریافت کرنے پر مائل کیا۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ سوویت دور میں اسلام کے زیر اثر افراد کے روحانی چہرے بھی تبدیل ہو گئے ہیں ایک مسلمان جو سوشلسٹ تعمیر میں ہاتھ بٹا رہا ہو اور نہ صرف مادی پیداوار میں بلکہ ملک کے نظم و نسق میں بھی حصہ لے رہا ہو وہ اپنی سرگرمیوں کے سماجی نتائج سے سبق حاصل کرنا سیکھا ہے اس دنیا میں مستقبل کی جانب نظر کرتے ہوئے امکانات سے بھرپور زندگی ایک شخصی عادت بن جاتی ہے۔ سوویت طریقہ زندگی اس شخص کے عمل اور ذہنی طرز سوچ میں رنگینی پیدا کر دیتا ہے دوسری دنیا کے متعلق مافوق الفطرت خیالات کی جگہ حقیقی دنیاوی انسانی نظریات و مقاصد لیتے جا رہے ہیں جس کے حصول کے لئے جدوجہد میں وہ پوری قوم کے ساتھ مل کر حصہ لے رہا ہے۔ عصر حاضر کے مذہبی شخص کے مذہبی اور مادی خیالات جب آپس میں ملتے ہیں تو دنیا سماجی تعلقات، شادی اور خاندان کے متعلق احکامات، رفیق حیات کے فرائض اور حقوق سے متعلق قرآن کے کئی نظریات اس شخص کی آگہی سے میل نہیں کھاتے مزید برآں زیادہ تر مذہبی افراد کے ذہنوں میں مادی نظریات حاوی ہوتے ہیں۔ اپنے کام میں اور سماجی اور معلوماتی سرگرمیوں میں انہیں بہ نسبت مذہبی نظریات کے سیکور نظریات سے محرکات ملتے ہیں حتیٰ کہ روزمرہ زندگی میں بھی کئی مذہب کو بلانے والے افراد کو غیر مذہبی سوچ سے رہنمائی ملتی ہے۔

مذہب کے گھٹے ہوئے اثر کا ایک اور اظہار ان افراد کے بڑھتے ہوئے تناہب



سے ہوتا ہے جو مذہب کو ماننے کے باوجود یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگیوں میں مذہب یا تو ثانوی کردار ادا کرتا ہے یا بالکل کوئی کردار ادا نہیں کرتا۔ پننیزا کے علاقے میں کی جانے والی مردم شماری سے پتہ چلا کہ مذہبی افراد کا ۲۳ فیصد حصہ اس خیال کا حامی ہے کہ انسان کی زندگی میں مذہب کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔^{۱۳} کئی افراد نہایت ضروری مذہبی فرائض ادا نہیں کرتے جیسے روزانہ پانچ وقت کی اور جمعہ کی نمازیں رمضان کے مہینے میں روزے زکوٰۃ اور دوسرے فرائض۔

داغستان اور چیچنوا، انگش کی خود مختار جمہوریاؤں میں کئے جانے والے عمرانی مطالعات نے ظاہر کیا کہ اپنے آپ کو کٹر مذہبی ظاہر کرنے والے افراد کا ۶۹ فیصد حصہ روزانہ نماز پڑھتا ہے جبکہ میانہ رو مذہبی اور روایتی مذہبی افراد کا بالترتیب ۵۵ اور ۳۷ فیصد حصہ نماز نہیں پڑھتا اور ایک اچھی خاصی تعداد حتیٰ کہ قربان، بیرام، مولود (KURBAN - BAIRAN - MAULUD) اور دوسری اسلامی رسومات سے جی چراتی ہے۔^{۱۴}

کئی افراد جو اپنے آپ کو مذہبی کہتے ہیں وہ نہ تو زندگی بعد الموت پر اور نہ ہی جنت و دوزخ پر یقین رکھتے ہیں۔ رائے معلوم کرنے پر ایسے ۱۰۷۷ افراد کے ۲۰ فیصد حصے نے جو خدا کے وجود میں شک نہیں کرتے، کہا کہ وہ زندگی بعد الموت پر اور جزا و سزا پر یقین نہیں رکھتے۔ ۳۰ سال سے کم عمر کے مسلمانوں کا ۳۳ فیصد حصہ اگلی دنیا کے انعامات پر یقین نہیں رکھتا۔^{۱۵}

مسلمان مذہبی پیشواؤں کو ان تبدیلیوں کو مد نظر رکھنا ہی پڑے گا جو مذہبی ہمہ گیری کی ٹوٹ پھوٹ کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اسلام کے ارتقاء پر اس حقیقت کا بھی کافی حد تک اثر پڑا کہ سوویت دور میں بہت سے مسلمان مبلغین پھلے پھولے اور انہوں نے سوویت طریقہ زندگی کا اثر محسوس



کیا آج ایسے مسلمان مبلغین بہت کم ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی صرف مذہبی سرگرمیوں کے لئے وقف کی تھی۔ ان میں سے کئی پہلے قومی اقتصادی شعبے میں اچھے عہدوں پر کام کرتے تھے جہاں تک غیر رجسٹر شدہ مبلغین کا تعلق ہے اب بھی ان کی ایک بڑی تعداد سماجی پیداواری کاموں کے ساتھ مذہبی خدمات انجام دیتی ہے ایسے حالات سوشلزم کی جانب ان کے رویے کے ضمن میں ان کے موقف پر اثر انداز ہوتے بغیر نہیں رہ سکتے۔

آخر میں ان وجوہات کا جائزہ لیتے وقت جو مسلمان مبلغین کی سوشلسٹ نظام کی جانب اپنے رویے کی تبدیلی کا باعث بنے ایک بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ اسلام میں تعدد کارواج نہیں ہے۔ یہ خاندان کی پرورش کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور درحقیقت مسلمان علماء اور مذہب دانوں کی غالب اکثریت کے خاندان پچھے اور ان کی نسل موجود ہیں۔ خاندانوں کے زیادہ تر بالغ افراد اور رشتے دار محنت کش، کسان، زراعت کار، انجینئر، ماہر طبیعیات اور عالم ہیں یہ پُر زور طریقے سے نئے معاشرے کی تشکیل کر رہے ہیں اور اس کی کامیابیوں کو برقرار رکھنے کے لئے تیار ہیں۔

ان حالات میں جن میں مسلم آبادی کی اکثریت مذہب چھوڑ چکی ہے اور جو اس پر قائم ہیں وہ بھی سوشلزم کے کٹر حامی ہیں اگر مسلمان پہلے کی طرح کافروں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کریں اور استحصال نظام کی تعریف کریں تو ان کے یہ عمل اسلام کے لئے نہایت ناموزوں بلکہ اس کے خاتمے کا باعث ہوں گے۔

اسلام کو عجب مجمعے کا سامنا تھا؛ اگر وہ قدیم قرون وسطیٰ کی زرہ بکتر سے چمٹا رہتا تو اس کا وجود برقرار نہ رہتا یا پھر وہ نئے سماجی و اقتصادی نظام کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا۔ مسلم مبلغین نے موخر الذکر راستے کا انتخاب کیا۔

مندرجہ بالا وجوہات کے علاوہ مسلمان علماء کے موقف کی تبدیلی کی بعض دوسری وجوہات بھی تھیں یہ ایک عام جانی بوجھی بات ہے کہ اسلام کے پیروکاروں کی اکثریت



کا انحصار انقلاب سے پہلے نیم نوآبادیاتی نظام پر تھا۔ ان میں سب سے زیادہ
 افراد شدید جبر و استبداد کا شکار تھے اور شدید افلاس، جہالت اور قدامت پسندی
 میں زندگی گزارتے تھے اور ان میں سے بعض قریب النخم تھے۔

مظلوم قوموں کا مذہب ہونے کے باعث اسلام کو روسی آرٹھوڈوکس چرچ
 کے رتبے اور مراعات کا مستحق نہیں ٹھہرایا گیا کیونکہ موخرا لڈکر سرکاری مذہب کی ناسازگی
 کرتا تھا لیکن یہ عمل بھی مسلم علماء کے طبقے کو آمریت کی وفاداری سے نڈروک سکایا ہے
 وہ اپنے ہم مذہبوں کو قومی اور سماجی جبر و استبداد کے تلے سسکنے اور جابروں کے خلاف
 مسلسل جدوجہد کرنے کے اثرات کو محسوس کر سکتا تھا۔

روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے مبلغین نے کم عمر سوشلسٹ مملکت کے مذہب اور
 مذہبی انجمنوں سے متعلقہ اولین دستوری ایکٹ کی سختی سے مخالفت کی کیونکہ یہ ایکٹ
 پورے مذہب کو مملکت سے اور چرچ کو اسکول سے جدا کرتے تھے اور تمام مذہبی انجمنوں
 کو مختلف جائیداد اور دوسرے حقوق سے محروم کرتے تھے لیکن سب سے بڑا حملہ
 آرٹھوڈوکس چرچ کے خلاف کیا گیا۔ یہ پہلے کی طرح مراعات یافتہ سرکاری مذہب
 نہیں رہا کہ جس کی پشت پناہی حکومت کیا کرتی تھی یہ دوسرے مذاہب کے درجے
 تک گر گیا اور اسے مشنری کام جاری رکھنے کے حق سے محروم کر دیا گیا دوسری جانب
 پہلی دفعہ اسلام کو دوسرے مذاہب کے مساوی قانونی حقوق دیتے گئے اس کے
 پیروکاروں کو فوراً سوویت مملکت کے قیام دوسرے شہریوں کے مساوی حقوق دیئے
 گئے سوویت حکومت کے قیام کے ایک ماہ کے اندر اندر نافذ ہونے والے اولین فرمانوں
 میں سے ایک میں اسلامی عقائد رسومات کے لئے احترام کا مظاہرہ کیا گیا۔

روس اور مشرق کے تمام ملازم پیشہ افراد سے ایک خطاب میں جس پر لینن کے
 دستخط تھے کہا گیا "آپ کے عقائد اور رسم و رواج کو آپ کے قومی اور تمدنی اداروں کو



آج سے آزاد اور ناقابل ایفاء قرار دیا جاتا ہے اپنی قومی زندگی کو آزادی کے ساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے منظم کیجئے آپ کو اس کا حق حاصل ہے“ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد لینن کی تجویز پر ایک انمول تبرک خلیفہ عثمان کا قرآن مسلمانوں کے حوالے کیا گیا۔ مملکت کے ان اقدامات کا روس کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں نے بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا۔ سوویت حکومت مشرقی علاقوں کی ترقی کے لئے دوسرے اقدامات بھی کر رہی تھی ایک مختصر عرصے میں سوشلسٹ نظام نے ملک کی نواحی قومیتوں کا معیار اونچا کر کے انہیں جدید تہذیب کی حدوں تک پہنچا دیا انہیں اپنی مملکت کے قیام میں مدد دی اور ایک ترقی پذیر معاشی نظام اور تمدن قائم ہو گیا۔ ان تمام کاموں پر عملدرآمد کے دوران کیونسٹ پارٹی نے مسلم عقائد اور رسم و رواج پر بڑی احتیاط سے توجہ دی۔

سوویت حکومت لینن کی مرتب کردہ قومیتوں سے متعلق پالیسی کی وجہ سے جس کا مقصد تمام چھوٹی اور بڑی قومیتوں کی آزاد ترقی اور فروغ تھا، سوشلزم کو ملک کے دور افتادہ علاقوں میں رہنے والی مختلف قومیتوں کے محنت کش افراد کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل ہو گیا۔ مبلغین بھی اس پالیسی سے لائق نہیں رہ سکے اس کا اظہار ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو شروع ہونے والے مسلم مبلغین کے کل ریشیا کنونشن کی جانب سے سوویت لیڈروں کو دیئے جانے والے اس ٹیلی گرام سے ہوتا ہے۔ ”کنونشن تمام مسلمانوں کی جانب سے جبر و استبداد کا شکار ہونے والے مشرق کے عوام کی حفاظت کرنے والی سوویت حکومت کے لئے تشکر اور اس سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا ہے اور انقلاب سے حاصل شدہ فوائد کے استحکام کے لئے کئے جانے والے سوویت اقدامات کی حمایت کا وعدہ کرتا ہے“

ان عناصر کا اثر آج بھی ویسا ہی زور دار ہے سوویت جمہوریاؤں اور خود مختار



علاقوں کے اقدامات فطری طور پر وہاں کے مسلمان مبلغین کی سوشلزم کی حمایت میں میدان میں نکل آنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ تمام حالات مل کر سوویت حکومت اور سوشلزم کی تعمیر کے لئے ان کے رویے میں تبدیلی لانے کا باعث بنے۔

ملک میں لائی جانے والی سماجی و اقتصادی تبدیلیوں کا ایک مثبت تخمینہ مسلم مبلغین کے اختیار کردہ راستے کا جزو لاینفک بن گیا علماء اپنی مذہبی کتابوں میں ایسی تبدیلیوں کے امکانات اور ضرورت کو تلاش کرنے لگے۔ مزید برآں انہیں اللہ کی منشا کے مطابقت کہہ کر تسلیم کر لیا گیا اب ملا بھی ملک کی کامیابیوں کے متعلق بول پڑے کہ یہ سوویت سماجی اور سرکاری نظام کا پھل ہے۔

اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ وہ سوشلسٹ معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے مسلم علماء کے تمام بورڈوں کے رہنماؤں نے سوویت یونین کے رہنماؤں کو بھیجے گئے مبارکباد کے ایک پیغام میں منجملہ دیگر چیزوں کے یہ کہا "سوویت یونین کے مسلمان اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ تمام روس کے محنت کش طبقے کے ساتھ مل کر یہ پرانی حکومت کے خلاف نکل کھڑے ہوئے انقلاب اکتوبر کے مقاصد میں شرکت کی اور سوویت یونین میں سوشلزم کی تعمیر میں سرگرمی سے حصہ لیا مل جل کر نہ تھکنے والی محنت اور سوویت یونین میں آباد تمام قوموں کی برادراںہ امداد کے صلے میں سوویت مشرق کے سابقہ قدامت زدہ عوام نے ۶۰ سال کے عرصے کے اندر اندر اقتصادی اور تمدنی تشکیل کے میدان میں حقیقی تاریخی کامیابیاں حاصل کر لیں اور پوری دنیا پر ثابت کر دیا کہ مسلمان بھی ترقی کی چوٹی پر پہنچنے کے قابل ہیں" ۱۹

آج مسلمان مذہب دان سماجی نظاموں کی دوسری اقسام پر سوشلزم کی فوقیت



کی بات کرتے ہیں مزید برآں ان کا کہنا ہے کہ چونکہ سو سال پہلے اسلام نے سوشلزم کے بنیادی اصولوں کا اعلان کیا تھا "یہ سبھی کو معلوم ہے کہ مذہب اسلام انسان کے ذریعہ انسان کے استحصال کی مذمت کرتا ہے اور حضرت محمدؐ کے زمانے سے منصفانہ تعلقات کا مطالبہ کرتا ہے اسی بنا پر دنیا کے مسلمانوں کو پوری کوشش کرنی چاہیے کہ وہ بے انصافی کے بڑے منبعوں کے خلاف لڑیں یعنی شہتاشاہیت، نسل پرستی اور نوآبادیاتی نظام کے خلاف"۔

مسلمان مبلغین کا یہ موقف ان کی اسلام کو ایک ایسے "ترقی پسند" مذہب کے طور پر پیش کرنے کی شدید خواہش کا بھی اظہار کرتا ہے جو "وقت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا" اور سوویت عوام کی ایک نئی زندگی کی تعمیر میں مدد کرتا رہا۔ "جدید مذہب دانوں کا کہنا ہے کہ "اسلام جدید ترین اور سب سے زیادہ ترقی پسند مذہب ہے یہ لوگوں کو امن، دوستی اور ترقی کی راہ دکھلاتا ہے۔"۔^{۱۲}

ان مذہب دانوں کی گفتگو میں حسب ذیل منطق پوشیدہ ہے سوویت یونین زندگی کے ہر شعبے میں یکے بعد دیگرے کامیابیاں حاصل کر رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ناممکن تھا اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے سوویت حکومت پر اپنی رحمتیں نازل کی ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سوشلزم کی تشکیل کے فروغ کے لئے ہر ممکنہ کام کریں اور معاشرے کے مفاد کے لئے کی جانے والی اپنی محنت کو خدائی کام سمجھیں۔

اس کا یہ منطقی نتیجہ نکلتا ہے کہ مقدس کام نہ صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں کہ جو اپنی سوچ اور اپنے عمل کو خدا کے لئے وقف کر دیتے ہیں بلکہ وہ بھی جو اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے حتیٰ کہ یہ جو مذہب سے انکار کرتے ہیں وہ بھی کر سکتے ہیں اس سے مذہبی پیشوا مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ کرتے ہیں "سوویت رہنما جو نہ تو خدا پر اور نہ ہی رسول پر ایمان رکھتے ہیں ان قوانین پر عمل کرتے ہیں جو بالکل خدا کی مرضی اور رسول کے احکامات کے مطابق ہوتے ہیں۔" یہ بات مفہمی اے بوزگوزیف نے اپنی ایک تقریر میں کہی۔^{۱۳}



سوویت یونین کی گولڈن جوبلی کی تقریبات میں دیئے گئے مسلمان مبلغین کے خطبوں میں اکثر و بیشتر اس قسم کی باتیں سنی گئیں کہ سوویت سرزمین پر حاصل ہونے والی تمام کامیابیاں من جانب اللہ تھیں اور یہ عرصہ پہلے اس کا مقدر بن چکی تھیں۔

ٹرانس کوکیشن کے مسلم علماء کے بورڈ کے صدر شیخ الاسلام علی آغا سلیمان زاد نے کہا خدا کے فضل و کرم سے ہماری کثیر ریاستی مملکت کے وجود کے ۵ سال اقتصادی ترقی کے ملک کی دفاعی صلاحیت کی مضبوطی کے اور آبادی کی بہبود اور تمدنی معیار میں اضافے کے سال تھے خدا کی رضا سے ترقی یافتہ سوچ کی اگلی صفوں میں سوویت سائنس نمودار ہوتی ہے۔ قوموں اور عوام کے درمیان آزادی مساوات، بھائی چارے اور دوستی کی فتح ہوتی یہ سب کام مقدس قرآن کے بیان کے مطابق اور خدا کی رحمت کے طفیل عمل پذیر ہوا۔^{۲۴}

ایک اور خیال کا اظہار بھی مسلم مذہبی رہنما اکثر و بیشتر کرتے رہتے ہیں وہ ہے زیادہ تر سماجی انقلاب کی راست شعاری اور سماجی ترقی کو تیز تر بنانے میں ان کی اہمیت کے متعلق۔

ماسکو کی جامع مسجد کے پیش امام، احمد زیان مصطفین نے تاشقند میں سوویت مسلمانوں کی ایک کانفرنس میں کہا "تاریخ نے متعدد بار انسانیت کی ترقی کے لئے سماجی انقلابات کی اشد اہمیت اور اس اسلامی اصول کی درستگی کی تصدیق کی ہے۔ اس بات کا مشاہدہ عظیم سوشلسٹ انقلاب اکتوبر سے اور مصر، یمن، لیبیا اور کئی دوسرے ممالک میں ظہور پذیر ہونے والے انقلابات سے کیا جاسکتا ہے۔"^{۲۵}

سماجی تبدیلی کے امکان اور اس کی ناگزیریت کو تسلیم کرتے ہوئے جدید مذہب دان ان رجعت پسندوں کے خلاف ہو جاتے ہیں جو معاشرے کی ترقی پسندانہ نشوونما کو روکنا پسند کرتے ہیں۔

لینن گراڈ کی مسجد کے امام، اے عیسیٰ یوف نے تبلیغ کرتے ہوئے کہا "جب ہم



خدا کے حضور شکرانے کی نماز ادا کرتے ہیں تو ہم اس سے ان تمام محب وطن افسراد
کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں جو زندگی کی سب سے مقدس شے کے لئے مسلح جدوجہد
میں مصروف ہیں یعنی اپنی آزادی کے لئے جسے قرآن نے ہر انسان کا ابدی اور ناقابل
انتقال حق قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی ہم تاریخ کی گردش کو روکنے کی کوشش کرنے والی
ظلماتی طاقتوں کو سزا دینے اور ان پر اپنا قہر نازل کرنے کی بھی دعا کرتے ہیں۔^{۲۶}

اس طرح مسلمان مذہبی رہنماؤں کے خطبات میں رضائے الہی کے مطابق سوشلزم
کے قیام کے خیال کا اظہار زیادہ سے زیادہ ہوتا گیا اس قسم کے خطبات تاریخی حقیقت
کا ایک قسم کا شعور اور عکس ہے جس سے بہتہ چلتا ہے کہ سوویت یونین کے مسلمانوں
نے سوشلزم کے خیال کو اپنا سمجھ کر تسلیم کر لیا ہے اور اس کے عملی اطلاق میں روزانہ حصہ
لے رہے ہیں کئی افراد کے ذہن میں سوشلزم کی تشکیل کا ربط ان اسلامی نظریات کے
اطلاق سے تھا جو ان کے نزدیک محنت پیشہ انسان کے سب سے پسندیدہ نظریات تھے۔
سوشلسٹ انقلاب کو مذہبی معنی پہنانے اور اس کی درستگی کو ثابت کرنے کی
مسلمان مذہب دانوں کی کوششیں۔ اگرچہ کہ ان کے اس سابقہ نظریے پر نظر ثانی کو ظاہر
کرتی ہیں کہ فانی انسان، آسمان پر مرتب کردہ زمین کی سماجی تربیت کی تبدیلی کرنے سے
قاصر ہے اس خیال کے سامنے ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں کہ انسان سماجی نظام کو صرف خدا
کی مرضی اور رحمت سے بدل سکتا ہے اس طرح انقلابی تبدیلیوں کی حقیقی وجوہات کو
ظاہر کرنے کے بجائے یہ لوگ پھر تاریخی عمل کا محرک ایک مافوق الفطرت طاقت کو قرار
دیتے ہیں اور اس سے مذہبی افراد کے لئے سماجی تبدیلی کے عمل کے حقیقی محرکات کو
سمجھنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

نئے حالات کے تحت صورت حال کی تبدیلی کی بناء پر مسلمان رہنما کئی دوسرے
مسائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ اب مذہب دانوں کا کہنا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد صرف



اعلیٰ ترین آفاقی درجے کے حصول کی دعاؤں میں تلاش نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس زمین پر اپنے وجود کی تکمیل میں اور اس دنیا میں خوشی کے حصول میں ڈھونڈنا چاہیے اپنے پیشروں کے برعکس جو ہمیشہ انسانیت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک وہ جو خدا سے خوشی کی نعمت حاصل کریں گے یعنی مسلمان اور دوسرے وہ جنہیں یہ نعمت نہیں ملے گی یعنی غیر مسلم عصر حاضر کے مذہب دانوں کا اصرار ہے کہ تمام انسان ایک خوش باش زندگی گزارنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

مزید برآں باوجود اس تعلیم کے کہ کافروں کے لئے دوسری دنیا میں عذاب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے عصر حاضر کے مذہبی علماء کہتے ہیں کہ منکرین بھی آفاقی خوشی کی امید کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ معاشرے کی بہبود کے لئے کام کریں اور اپنی مادر وطن کی حفاظت کے لئے ہمتیار بردوش ہیں۔

یہ الفاظ دیگر سوشلزم کے تحت قائم کردہ مکمل مساوات بلا لحاظ اصل قومیت سماجی حیثیت اور عقائد کا اطلاق دوسری دنیا کے معنوں پر کیا جا رہے ہیں بلاشبہ اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں اگر مبلغین قرآنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے تمام کافروں کو ”جہنمی“ ”ابدی عذاب کے حامل“ قرار دویں تو ایمان لانے والے افراد کے سمجھ میں نہیں آئے گا کیونکہ تقریباً ہر مذہب پرست کے رشتے داروں، قریبی عزیزوں اور دوستوں میں خدا کو نہ ماننے والے بھی شامل ہیں۔ درحقیقت ایسے مذہبی رہنما اپنے اس عقیدہ و ایمان کے ساتھ جو ایمان والوں کا منکرین سے موازنہ کریں اور موخر الذکر کو ابدی عذاب سے ڈرائیں ہمدردیاں حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتے۔

ان خطبات میں سیکور مسائل عقائد کی جگہ رہے ہیں اب مولوی حضرات تقدیر سے متعلق اسلامی عقائد کے سب سے اہم اصولوں کو نظر انداز کر رہے ہیں اب وہ فطرت اور سماجی زندگی کے فروغ میں قانونی ضوابط کی موجودگی کی زیادہ سے



زیادہ بات کرتے ہیں لیکن اس خیال کے تحت کہ کہیں وہ مذہبی عقائد سے بہت دور بھٹک نہ جائیں وہ کہتے ہیں کہ یہ باضا بظگیاں اللہ کی مقرر کردہ ہیں۔

مذہبی رسومات کو عام کرنے کی کوشش میں وہ عقائد کے اصولوں کے بجائے سیکولر دلائل کو استعمال کرتے ہیں صدیوں سے تمام رسومات اور اسلام کے احکامات کو کسی دنیاوی فائدے کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر بجالایا جاتا تھا حتیٰ کہ اس میں کسی دنیاوی معنوں کو ڈھونڈنا بھی قابل مذمت قرار دیا جاتا تھا لیکن آج کے مذہبی رہنما اپنی راہ سے الگ ہٹ کر سامعین کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہر اسلامی حکم اور ہر رسم انسان کی دنیاوی زندگی کے لئے اہم ہے اور اس میں گہرے معنی ہیں اور یہ کہ انہی مقاصد کی خاطر اللہ نے انہیں مقرر کیا۔ مثال کے طور پر نماز کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس مقصد انسان کی جسمانی صحت و صفائی اور تنظیم کو برقرار رکھنا ہے۔

ماہ رمضان کے روزوں کے ضمن میں کہا جاتا ہے کہ اس کا پورے جسم پر مفید اثر مرتب ہوتا ہے یہ ہاضمے کو بہتر بناتا، غیر ضروری چربی کو ختم کرتا اور بیماریوں کا علاج کرتا ہے حتیٰ کہ حج (مکہ کی زیارت) کو بھی بڑی عملی اہمیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے اسلامی مبلغین کہتے ہیں کہ یہ صرف دوسری دنیا میں خدا کی خوشنودی کے حصول کی خاطر مقرر نہیں کیا گیا بلکہ اس کے دنیاوی مقاصد بھی ہیں۔ باہم میل جول کے لئے مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے تجربات کے تبادلے کے لئے مرقوموں کے درمیان باہمی دوستی کے قیام کے لئے اور زمین پر امن کے فروغ کے لئے بھی حج کا حکم دیا گیا ہے۔

مسلم مذہبی انجمنوں نے بھی جنگ اور امن کے موضوع پر ایک نیا نقطہ نگاہ ظاہر کیا ہے یہ نظر یہ کہ بلا لحاظ انسانی عمل جنگ ایک خدائی سزا اور امن خدا کی ایک رحمت



ہے اب تبدیل ہو گیا ہے اس کی جگہ یہ کہا جاتا ہے کہ جنگوں کا انحصار عوام اور انسانی طبقات کی بری خواہش اور امن کے تحفظ اور اس کو برقرار رکھنے کی خاطر لڑنے کی ضرورت پر ہے مسلم مذہبی رہنماؤں نے عالمی امن کی تحریک میں پُر جوش حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ حالیہ عرصے میں ان کی دعوت پر سوویت یونین میں سات بین الاقوامی مسلم کانفرنسیں منعقد ہوئی تھیں جن کا اہم مقصد امن کے لئے جدوجہد میں مسلم کوششوں کو یکجا کرنا تھا۔ دوسروں کے ساتھ سوویت مسلمانوں کی کوششوں سے ماسکو میں دو عالمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں ایک مذہبی رہنما برائے دیر پا امن 'تحقیف اسلام و بین القومی منصفانہ تعلقات ۱۹۷۷ء میں اور دوسری مذہبی کارکنان برائے تحفظ عطیہ زندگی از ایٹمی تباہ کاری ۱۹۸۲ء میں منعقد ہوئی ان میں سے پہلی کانفرنس میں اہم رپورٹ سوویت مسلم رہنما مفتی ضیاء الدین خان ابن اسہان بابا خان نے پیش کی۔

اس طرح جب حقیقت کا اور مذہب پرستوں کے تبدیل ہوتے ہوئے نظریات کا سامنا ہوتا ہے تو متعدد مسائل سے متعلقہ اسلامی نظریات میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں مذہبی نظریات میں سیکولر مضامین در آتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ مذہبی انجمنوں کی سرگرمیوں میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جب کثیر تعداد میں مسلمان اس موضوع پر سوچنے لگتے ہیں کہ قرآن اور سنت کی اتنی ساری عبادات اور رسومات ان کے لئے بوجھ بن گئے ہیں تو ان کو ادا کرنا بند کر دیتے ہیں تو یہ انجمنیں اب مذہب میں جدید حالات سے مطابقت پیدا کرنے پر خصوصی توجہ مرکوز کر رہی ہیں۔

مذہبی علماء مختلف دلائل تلاش کرتے ہیں جن کی رو سے وہ شخص کہ جو پابندی سے عبادات انجام نہیں دیتا اپنے آپ کو مسلمان تصور کر سکتا ہے۔ قرآنی آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ خدا اس کے ماننے والوں کو تکلیف نہیں دیتا بلکہ ان کی زندگیاں سہل دیکھتا چاہتا ہے وہ اس سے یہ نتائج اخذ کرتے ہیں کہ احکامات اور رسومات کو مختصر طور پر



ادا کیا جاسکتا ہے حالانکہ یہ کرتے کے لئے مذہبی رہنماؤں کو نہ صرف قدیم روایات کا نئے سرے سے جائزہ لینا پڑتا ہے بلکہ قرآن میں دیتے گئے براہ راست احکامات پر بھی نظر ثانی کرنی پڑتی ہے۔

مثال کے طور پر قرآن کہتا ہے کہ نمازیں (عبادات) مخصوص اوقات میں ادا کرنی چاہئیں (آیت ۱۰۴، سورہ ۴ اور روزے رمضان کے پورے قمری مہینے میں رکھنے چاہئیں (آیت ۱۸۱ سورہ ۲) اس کے تمام دنوں میں (آیت ۱۸۰ سورہ ۲) تاہم موجودہ صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے مبلغین اس میں استثنیات قائم کرتے ہوئے نماز کو مخصوص اوقات میں نہیں بلکہ جب ممکن ہو ادا کرنے کی اور روزے پورے مہینے میں رکھنے کی نہیں بلکہ صرف مہینے کے آغاز، وسط اور آخر میں صرف چند دن رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔

مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد کو روزہ رکھنے سے قطعاً مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے بعض عبادات کی ادائیگی کے عوض مسجد کو رضا کارانہ عطیات دیتے جا سکتے ہیں مثلاً قربانی کے موقع پر (KURBAN BAIRAM) گائے کی قربانی کے بجائے مسجد کے خزانے میں قربانی کے قابل جانور کی کھال کی قیمت ادا کی جا سکتی ہے دنیدار افراد کو اس قسم کی رعایات دینے سے کسی شخص کے لئے یہ تصور کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس کے مذہبی فرائض ادا ہو گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مذہبی تنظیموں کو اضافی فنڈ بھی وصول ہو جاتے ہیں۔

لوگوں کو (خصوصاً نوجوانوں کو) اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنے کی اجازت دینے کے لئے حالانکہ وہ مذہب کے نہایت ضروری احکامات کی پابندی نہیں کرتے مسجد کے مولوی خصوصی تشریحات پیش کرتے ہیں "ہم نوجوانوں کو نماز اور روزے کی پابندی نہ کرنے پر ملامت نہیں کر سکتے" تا شتفند کی چوین اما مسجد میں ایک خطبے میں کہا



گیا "کیونکہ وہ ملک اور عوام کے لئے اہم ترین فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے ملک کی خدمت کرنا ہمارا اہم ترین فرض ہے۔"

مذہبی نظام کے تمام پہلوؤں کا ارتقاء دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں کے اور مذہب پرستوں کے بدلتے ہوئے شعور کے زیر اثر ہوتا رہتا ہے اسلامی نظریات کو جدید بنانے کے ذریعہ مذہبی انجمنیں مسلمانوں کو زیادہ مؤثر طور پر متاثر کرنے کی اُمید کرتی ہیں اور تبدیلیوں کو متعارف کرانے اور مختلف رعایات دینے سے وہ ہر قیمت پر ان افراد کو مذہب کے دائرے کے اندر رکھنے کی کوشش کرتی ہیں کہ جو کم سے کم لازمی مذہبی فرائض کی انجام دہی سے بھی انکار کرتے ہیں اس قسم کی سہولیتیں عوام کے ایک حصے سے کم از کم سہی تعلق برقرار رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔

جدید اسلام کی سماجی حیثیتوں کا ارتقاء اور اس کی اخلاقی تعلیمات اور عبادات میں تبدیلیاں متعارف کرانے کی اس کے رہنماؤں کی کوششیں افراد کی موقع شناس حکمت عملی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ملک میں کی جانے والی بڑی سماجی و اقتصادی اور تمدنی تبدیلیوں کا نتیجہ ہے جس کا اظہار مذہب کی خصوصی شکل سے ہوتا ہے۔ یہ مذہبی پیشواؤں کی اس سوچ کا بھی نتیجہ ہے کہ وہ روایتی اسلامی نظریات اور احکامات کی حدود میں رہتے ہوئے مذہب پرستوں پر اپنا اثر برقرار نہیں رکھ سکتے لیکن یہ تمام باتیں مذہب پرستوں کے شعور کے مزید ارتقاء کو خیالی تصورات کے مرط جانے کو اور ان کے ذہنوں میں جڑ پکڑنے والے دنیا کے متعلق سائنسی نقطہ نگاہ کے استحکام کو آگے بڑھانے سے نہیں روک سکتیں۔



حوالہ جات

ک ایف الجندی۔ ترکستان کی سرزمین اور اس کے مسائل رابطہ عالم اسلامی مکہ



شمارہ ۱۰، ۱۹۸۱ء اخبار الیوم قاہرہ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۹ء، جنگ کراچی

۲۳ دسمبر ۱۹۷۹ء

۲۔ دی گارجین لندن ۲۳ دسمبر ۱۹۸۲ء، لیبریشن (LIBERATION)

پیرس ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء، دی گزٹ انٹرنیٹیل ۱۸ اپریل ۱۹۷۹ء

۳۔ وی سینسون افغانستان کا دوسرا حصہ، سوویت وسط ایشیا، تورن ۱۹۸۰ء

۴۔ اس کے علاوہ اسی کتاب میں وی کوروپیدوف کا مضمون بھی دیکھیے۔

۵۔ آرگیمینٹس (دلائل)، ۱۹۸۳ء، ماسکو ۱۹۸۳ء، صفحہ ۵۶ (روسی زبان میں)

۶۔ دی نیویارک ٹائمز ۱۲ اپریل ۱۹۸۰ء

۷۔ مذہب دشمن پروپیگنڈا ماسکو، ۱۹۳۰ء، صفحہ ۱۲ (روسی زبان میں)

۸۔ آئی جہاروف، سماجی ترقی زندگی اور مذہب تاشقند ۱۹۷۳ء، صفحہ ۸۲

(روسی زبان میں)

۹۔ سائنٹفک کانفرنس کا مواد: اسلام کی جدیدیت اور سائنسی سیکولرزم کے

نظریے سے متعلقہ سوالات، ماسکو ۱۹۶۸ء، صفحہ ۳۳ (روسی زبان میں)

۱۰۔ سیکولر تعلیم کے اہم سوالات، الما آتا ۱۹۷۶ء، صفحہ ۳۷ (روسی زبان میں)

۱۱۔ سائنٹفک کانفرنس کا مواد: اسلام کی جدیدیت اور سائنسی سیکولرزم کے

نظریے سے متعلقہ سوالات صفحہ ۸۳۔

۱۲۔ جے۔ بازار بائیف۔ سوشلسٹ کارا کلپا کیا کی آبادی کا سیکولرائزیشن، نوکس

۱۹۷۳ء، صفحہ ۵۰ (روسی زبان میں)

۱۳۔ مذہب سے پاک معاشرے کی جانب ماسکو، ۱۹۷۰ء، صفحہ ۱۷۳۔

(روسی زبان میں)

۱۴۔ سائنٹفک کانفرنس کا مواد: اسلام کی جدیدیت اور سائنسی سیکولرزم کے



نظریے سے متعلقہ سوالات صفحہ ۹۶ - ۱۱۰

۱۵۔ آئی اے میکاتوف اسلام، پیروکار، جمعیت، منچاچکلہ ۱۹۸۳ء صفحہ ۷۲

(روسی زبان میں)

۱۶۔ سوویت حکومت کے فرمان جلد ۱، ماسکو، ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۱۴، (روسی زبان میں)

۱۷۔ بورژوائی مفکرین کو یہ حقیقت تسلیم کرنی ہے ایچ۔ بینگسن اور سی لیمر سیئر کے

جے لکھتے ہیں کہ "سوویت حکومت نے مذہب اسلام کے لئے ہجرت انیگز تھل کا نظام

کیا" (سوویت یونین میں اسلام لندن ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۴۴)

۱۸۔ ایل۔ کلیمووخ مشرق میں سوشلسٹ تشکیل اور مذہب، ماسکو لینن گراڈ ۱۹۶۹ء

صفحہ ۵۴ (روسی زبان میں)

۱۹۔ سوویت شرکی مسلمونلاری شمارہ ۴، ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۔

۲۰۔ سوویت شرکی مسلمونلاری شمارہ ۴، ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۲

۲۱۔ سوویت شرکی مسلمونلاری شمارہ ۳، ۱۹۶۹ء صفحہ ۷۳

۲۲۔ این۔ اشیروف۔ سوویت یونین میں اسلام کا ارتقاء ۱۹۷۳ء صفحہ ۵۱

(روسی زبان میں)

۲۳۔ سیکورلر تحریریں شمارہ ۸، ماسکو ۱۹۷۶ء صفحہ ۵۴ (روسی زبان میں)

۲۴۔ سوویت شرکی مسلمونلاری شمارہ ۳، ۱۹۷۰ء صفحہ ۳۳

۲۵۔ این اشیروف۔ حوالہ بالا میں صفحہ ۴۱



کیونسٹ دشمنی اور سیاست کی رجعت پسندانہ فطرت



آج ہم جس دور میں زندہ ہیں وہ ایک انقلابی تجدید کا دور ہے فرسودہ سماجی رشتے ٹوٹ رہے ہیں اور سرمایہ داری نڈلام سے کمیونزم کی جانب تبدیلی رونما ہو رہی ہے تاریخ کا دھارا بدلتے کی کوشش میں سامراجی رجعت پسند "نفسیاتی جنگ" کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں ایسی جنگ کے خصوصی پہلوؤں کو اور اس کے سوویت دشمن اور سوشلسٹ دشمن رجحان کو مد نظر رکھتے ہوئے کیونسٹ پارٹی آف سوویت یونین کی مرکزی کمیٹی کے جون ۱۹۸۳ء کے مکمل اجلاس میں پروپگینڈے کے اور مخالفانہ پروپگینڈے کی تنظیم کے نظریاتی و سیاسی مواد کی مزید اصلاح کے لئے کئی اقدامات کے خاکے تیار کئے گئے۔ اس میدان میں سوویت یونین کی کیونسٹ پارٹی رجعت پسند ملائیت کے نظریات اور سیاست کے خلاف بھرپور جدوجہد کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے کیونکہ یہ دنیا کے تمام ترقی پسند عناصر کے خلاف جنگ ہیں دوسری سامراجی طاقتوں کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے۔

۱۹۵۰ء کے عشرے کے آخر میں شائع ہونے والی ایک کتاب میں مغربی جرمنی کے کیتھولک پادری اوریل فان یوچین نے عیسائیوں سے کہا کہ وہ ایسی جنگ سے خوفزدہ نہ ہوں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کمیونزم نے روح کو تباہ کر دیا ہے اس

لئے وہ ایچی ہم سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ہم صرف جسم کو تباہ کرتا ہے لیکن اگلی دنیا میں انسان کو خوشی سے محروم نہیں کرتا۔ آج امریکہ میں دائیں بازو کے مذہبی پیشوا بھنوں نے ریگن کو صدارتی انتخاب کے جیتنے میں مدد کی کیونکہ ہم سے اپنی نفرت کا برملا اظہار کرتے ہیں وہ امریکی حکومت سے سوویت یونین کے خلاف دفاعی جنگ شروع کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس اپیل کا توقع کے مطابق جواب دیا گیا امریکہ کے صدر نے خدا کے تصور سے مبرا کیونکہ ہم کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کیا۔

خدا پرستوں کے مذہبی اعتقاد کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے رجعت پسند مذہبی پروپیگنڈا کرنے والے انہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کمیونزم کو برقرار رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اور اس کے نظریے اور عمل دونوں کو ختم کر دینا چاہیے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہنگری میں ۱۹۵۶ء میں اور چیکوسلوواکیہ میں ۱۹۶۸ء میں انقلاب دشمن طاقتوں نے سوشلسٹ نظام کو ختم کرنے کے لئے مذہب کا استعمال کرنے کی کوشش کی۔ پولینڈ کے حالیہ بحران کے دوران منکشف ہونے والے سوشلسٹ دشمن رجحانات کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے پولش یونائیٹڈ ورکرز کی مرکزی کمیٹی کے ۱۳ویں مکمل اجلاس میں اکتوبر ۱۹۸۳ء میں اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ "سوشلزم کی نفی وہ عنصر تھا جس نے نبرد آزما پادریوں سے لیکر ٹروٹسکی کے حامیوں تک تمام اقسام کی طاقتوں کو یکجا کر دیا۔ انہوں نے محنت کش طبقے کی محافظ سیاسی تنظیم کی حیثیت سے پولش یونائیٹڈ ورکرز پارٹی کے خلاف حملے کئے اور سوویت یونین سے اس کی اتحاد دوستی اور تعاون کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس بنیاد کو تباہ کرنے کی کوشش کی جس پر پولینڈ کے تحفظ اس کی سرحدوں کی سلامتی اور یورپ سے پر امن تعلقات کا انحصار ہے افغان انقلاب دشمن بھی سامراج کی اور بین الاقوامی رجعت پسند طاقتوں کے ساتھ مل کر اسلام کے جھنڈے تلے عوامی طاقت کے خلاف آج نبرد آزما ہے



صیہونی رہنما اور اسرائیل کے مذہبی پیشواؤں کے حلقے عرب ممالک کے خلاف اپنے جارحانہ عزائم کو چھپانے کے لئے انجیل کی دہائی دیتے ہیں۔

امن اور جنگ کے مسائل پر رجعت پسند ملاؤں کے حلقے کے رویے کو مجموعی طور پر مذہبی تنظیموں کے رویے سے جدا تصور کرنا چاہیے، ایک جانی بوجھنی حقیقت ہے کہ مختلف قومی چرچوں کے اراکین اور مختلف مذہبی فورموں کے شرکار نے فوجی پالیسیوں کو رد کر دیا ہے مثلاً اسلامی کانفرنس، جنرل کانفرنس آف دی ورلڈ فیلوشپ آف بڈہسٹ، دی سائوڈ آف بیش آف دی رومن کیتھولک چرچ، دی اسمبلی آف دی ورلڈ کونسل آف چرچس وغیرہ نے کئی مولوی تھرمونیکلیر تباہی کے نتائج پر پہلے سے زیادہ غور کرتے گئے ہیں اور نہ ہی وہ امن کی تحریک میں شرکت کرنے والے خدا پرستوں کے گرد ہوں کے مطالبات کو نظر انداز کر سکتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی سیاسی اور روحانی زندگی پر چرچ کے اثر میں اضافہ کرنے کی کوشش میں یہ عناصر بھرپور کمیونسٹ دشمن مہم چلاتے ہیں۔ سوشلسٹ ممالک کے خلاف بھرپور نفسیاتی جنگ میں کیتھولک پروٹسٹنٹ مسلمان اور یہودی ملا سامراجی رجعت پسند طاقتوں کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ سیکولرزم کے خلاف مذہب کی حفاظت، روحانی اقدار، اخلاقیات اور چرچ کے حقوق سے متعلقہ ان کے بیانات ان کے دور رس مقاصد پر پروردہ ڈالتے ہیں جو مارکسزم لیننزم کی وقعت کو ختم کرنے، سوشلسٹ معاشرے کا نظریاتی و اخلاقی خاتمہ اور نئے نظام کی داخلی طور پر مخالفت کے قیام سے متعلق ہوتے ہیں۔

مارکس اور لینن کی ایڈیالوجی کے عوام پر اثر کو ختم کرنے کی کوشش میں مفکر ملاً جدلی اور تاریخی مادیت، سیاسی اقتصادیات اور سائنسی کمیونزم کے اہم مسائل میں منطقی بیانی کرتے ہیں لیکن مارکسزم اور لیننزم کو جو ایک ایسی سائنس ہے جسے دنیا کے تاریخی تجربے میں آزما یا گیا اور اس کی تصدیق کی گئی جھٹلانے کی مولیوں اور بورژوائی تحقیقی اداروں



کی بے شمار کوششیں فضول ثابت ہوتی ہیں ان کے اپنے فلسفیانہ مطالعے اور جو خیالات وہ عداوتوں اور موقع پرستوں سے ادھار لیتے ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ سائنسی کمپوزم پر ان کے حملوں کی توجہ زیادہ سے زیادہ اس کے سیکولر پہلوؤں پر مرکوز ہونے لگی ہے۔ سیکولرزم کو تمام طرح کے گناہوں کا ملزم ٹھہرایا جاتا ہے جن پر غیر اخلاقی اور غیر انسانی پن خاندان اور تہذیب کی بنیادوں کو تباہ کرنا بنیادی اہم مسائل سے حل فراہم کرنے سے معذوری اور روحانیت سے بڑا ہونا شامل ہے۔

سوویت یونین اور دوسرے سوشلسٹ ممالک کے خلاف مخالفانہ مذہبی پروپیگنڈا خصوصیات کے اعتبار سے جدا جدا ہوتا ہے جس میں آبادی کے مختلف گروہوں کے درمیانی سماجی، نسلی، قومی اور دوسرے تفریقات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کیا جاتا ہے یہ مختلف طریقوں سے بعض لوگوں کی مذہبی سوالات اور مذہب کی تاریخ اور ان کے عبادت میں دلچسپی مذہبی اخلاقیات پر ان کے قائم رہنے ان کی سماجی سستی اور مذہبی انتہا پسندی اور مذہبی افراد کی قوم پرست افراد سے شناخت شامل ہے مثلاً یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ سوویت یونین میں بعض خدا پرست کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں، اسلام یہودی اور دوسرے مذاہب کو قومی اقدار کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اس پریشان خیالی کے سرچشمے ماضی کی تاریخ میں مضمحل ہیں جب زار کا غیر روسی قوموں پر جبر و استبداد نمایاں طور پر مذہبی نوعیت کا تھا۔

تمام طرح کا مولویانہ پروپیگنڈا اس بات پر زور دیتا ہے کہ سوویت مملکت قومی اقلیتوں کے خصوصاً یہودی باشندوں کے حقوق کو غضب کرتی ہے۔ سوویت یہودیوں کو اس ملک کی دوسرے قوموں کے اور سوشلسٹ نظام کے خلاف بنانے کی کوششوں میں صیہونی تمام طرح کی غلط بیابانیاں کرتے ہیں وہ سوویت یونین میں یہودی افراد کی مذہبی زندگی سے متعلق جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں لیکن انقلاب اکتوبر سے قبل یہودیوں کے خلاف



امتیاز برتے جانے پر خاموش رہتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو زار کے روس کی رواداری اور بے تعصبی کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

تاریخ کی اس صیہونی تشریح کا حقیقت سے بالکل تعلق نہیں ہے روسی شہنشاہیت کے دستوری ایکٹ میں لفظ "یہودی" کی وضاحت نہ صرف بطور قومی بلکہ مذہبی رکینیت کے کی گئی تھی جو فرد کو تمام حقوق سے عاری قرار دیتا تھا۔ یہودی افراد کے لئے خصوصی قوانین نافذ کئے گئے تھے جو قانون کی وضاحت کے مطابق دیگر روسی افراد کے شخصی جائیداد سے متعلقہ اور دوسرے قوانین سے بالکل نمایاں طور پر جدا تھے وہ صرف یہودی حدود اور علاقوں میں رہ سکتے تھے اور یہاں بھی انہیں ان شہروں اور قصبوں سے باہر آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی انہیں سرکاری ملازمت حاصل کرنے یا الیکشن میں حصہ لینے کا حق حاصل نہیں تھا۔ تعلیمی اداروں میں داخلے کے لئے بڑا سخت کوڑا نافذ تھا اور انہیں آبادی کے دوسرے افراد پر عائد ٹیکسوں سے کہیں زیادہ خصوصی ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ صرف سوویت حکومت کے تحت اس ملک کے تمام شہری بشمول یہودیوں کے سوویت دستور کے اندراجات کے تحت معاشی، سیاسی، سماجی اور ثقافت کے تمام میدانوں میں مساوی حقوق کے حامل قرار دیئے گئے۔



کیونزیم اور سیکولرزم کے دشمن ملا سیکولر افراد کی مذہب کے خلاف جدوجہد کو خصوصی توجہ دیتے ہیں اور اسے مصلحتاً مذہبی انجمنوں اور خدا پرستوں کے حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں۔ یہ تشریح جو باقاعدہ نقطہ نگاہ کے اعتبار سے مکمل ناقابلِ مدافعت ہے اس کی اختراع کرنے والوں کی طبقاتی حد بندی کا ثبوت ہے جو بڑے ارادوں کے تحت تاریخ کو اور موجودہ صورت حال دونوں کو مسخ کرتے ہیں۔

مذہبی عقائد کی نشوونما میں سخت جدوجہد فطری ہے فیٹیشیت (FETISHISM)

پراپنے نوٹس میں مارکس نے مختلف مذہبی نظاموں کے درمیان متعدد لڑائیوں کی جانب اشارہ کیا جو حتیٰ کہ غلام بنانے والے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ لڑائیاں مذہب دانوں کے درمیان نظریاتی تضادات سے بھی آگے نکل گئیں جن میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ صرف اس کے عقائد ہی درست ہیں۔ حکومت بھی مذہبی جھگڑوں میں مستعدی سے دخل اندازی کرتی تھی اور اس مذہب کا ساتھ دیتی تھی جو برسرِ اقتدار طبقے کے مفادات کی سب سے زیادہ حمایت کرتا تھا۔

سرکاری مذاہب کفر سے لڑنے کے تمام طریقوں کو قابلِ اجازت سمجھتے تھے اور انہیں استعمال میں لاتے تھے اس ضمن میں مارکس نے لکھا کہ اسلام اور اسلامی قوانین تمام انسانوں کو دیندار اور کافروں میں تقسیم کرتے تھے اور ”اسی طرح مسلمانوں اور سیکولر افراد کے درمیان مستقل مخالفت کی صورت حال برقرار رہتی تھی“۔ دوسرے مذاہب میں سب سے زیادہ متعصب کیتھولک چرچ تھا جو اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے سب سے زیادہ غیر انسانی طریقے استعمال کرتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں یوہانے کسانوں اور نچلے طبقے کے کفر کو مٹانے کے لئے خوریز صلیبی جنگوں کا اہتمام کیا جو ۱۲۱۵ء میں افراد بے دینی کے خاتمے کے لئے قائم کردہ عدالتوں کی دی گئی سزاؤں کا نشانہ بنے۔

یورپی تاریخ انسانی میں مذہبی تنظیموں نے سیکولرزم سے لڑنے کے لئے حکومت کی انتظامی طاقت کو استعمال کیا مولویانہ پروپیگنڈا کو کہ سیکولرزم کو مذہب کی خلاف ورزی کرنے کا لازم ٹھہراتا ہے لیکن خود مذہب کے مخالف افراد صدیوں سے کئے جاتے والے تشدد پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا اور نہ ہی ان شدید انتقاموں کی انفرادی چرچ کی تنظیموں اور ہنماؤں کی غلطیوں کی حیثیت سے تشریح کرتا ہے۔ تاہم تاریخ دکھلاتی ہے کہ سیکولرزم کے خلاف لڑائی میں تشدد ہمیشہ چرچ کا اہم ہتھیار رہا ہے۔

حالیہ دور میں بورژوازی سامراج دشمن طاقتوں کو تقسیم کرنے اور ان کو کمزور بنانے



کے لئے ملائیت کو ایک ذریعے کے طور پر مستعدی سے استعمال کرتے ہیں اس کے رد عمل کے طور پر ایران اور عراق کے درمیان جنگ اور لبنان، شمالی آئرلینڈ اور ہندوستان میں مذہبی جھگڑے شروع ہو گئے۔

بلاشبہ جدید ملائیت آزادانہ سوچ کے خلاف قرون وسطیٰ کے طریقے استعمال نہیں کر سکتی۔ استحصالیوں کی حکومت اور قانون کی حمایت پر انحصار کرتے ہوئے وہ خاندان اور تعلیمی نظام اور بورژوائی موسائی کی دانشورانہ اور سیاسی زندگی پر اپنے اثر کا پھر لپو استعمال کرتے ہیں۔

سیکولرزم کے خلاف بدگوئی کی مہم کو تیز کرتے ہوئے مولویانہ رجعت پسندی ٹیلیٹ حکومت اور مذہبی تنظیموں کے درمیان اور سوویت دستوری ایکٹ کے مذہبی مسالک پر تعلقات کو بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

سی پی ایس یو کی مرکزی کمیٹی کے جون ۱۹۸۲ء کے مکمل اجلاس کے دستاویز میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ سامراجیت کے متعدد نظریاتی مراکز اس ملک میں نہ صرف مذہبیت کو برقرار رکھنے کی بلکہ یہاں اس کی تشہیر کی اور اس کو سوویت دشمن اور نیشنلسٹ بنانے کی اپنی پوری کوشش کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سوویت یونین میں آزادی ضمیر کو غصب کرنے کے متعلق غلط بیانات بھی پھیلائے جاتے ہیں۔ اب سینیٹ پیٹریسبرگ سے آنے والی آزادی ضمیر کو غصب کرنے اور خدا پرستوں یعنی اس پیشے کی ملا برادری پر تشدد کے الزامات کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔

اس ضمن میں کیونسٹ دشمن ملا، مارکسزم، لیننزم کے ان بیانات پر زور دیتے ہیں جو اس کے مذہبی نظریات سے نامطابقت اور اس کے خلاف لڑنے کی ضرورت کا اظہار کرتے ہیں اور مارکسزم، لیننزم سے ان نظریات کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے کے ارادے منسوب کرتے ہیں۔ تاہم مارکسزم، لیننزم کے بانیوں نے بار بار اس خیال کا اظہار



کیا ہے کہ مذہب پر غالب آئے کی اہم شرط یہ ہے کہ ان سماجی حالات کو تبدیل کیا جائے جن سے یہ جنم لیتا ہے۔ مارکس اور اینگلز کا یقین ہے کہ دنیا کے متعلق مذہبی طرز سوچ اور رد عمل کے غائب ہو جانے کا تعلق سوشلزم کے ارتقاء اور سماجی تعلقات کے پورے نظام کی کیونسلٹ طرز پر تو تشکیل سے ہے۔ انہوں نے عوام کی سیکولر تعلیم کے اہم کردار کی نشاندہی کی اور بتلایا کہ مذہب کو طاقت سے کچلنا بیکار بلکہ بعض دفعہ نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن نے مذہب کے خلاف جدوجہد کو طبقاتی تحریک کے ان عملی اقدامات سے منسلک کیا جن کا مقصد اس کی سماجی جڑوں کا خاتمہ تھا۔ اس نے کیونسلٹوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ وہ عوام کو مذہب کے متعلق ان کے رویے کے مطابق تقسیم نہ کریں اور اس جدوجہد کے دوران مذہبی احساسات کو نقصان نہ پہنچائیں۔



سوشلسٹ قوانین اور سوشلسٹ مملکت ان تمام ضروری حالات کی ضمانت دیتے اور انہیں فراہم کرتے ہیں جو مذہبی تنظیموں کو خدا پرستوں کی ضروریات پوری کرنے کے قابل بناتے ہیں وہ مذہب کی جانب ان کے رویے کے لحاظ کے بغیر شہریوں کی مساوات کی یقین دہانی کرتے ہیں۔ صرف یہی وہ نتیجہ ہے جو کوئی سوویت قانون اور اس کے اطلاق کا غیر متعصب طالب علم اخذ کرے گا تاہم مولویانہ پروپیگنڈے کرنے والوں کا اہم نکتہ حقیقت پسندی نہیں ہے حالانکہ یہ سوشلزم کو سرکاری الحاد مذہبی تنظیموں کو جبریہ ختم کرنے اور خدا پرستوں پر اپنے عقائد ترک کرنے کے لئے دباؤ ڈالنے کا ملزم قرار دیتے ہیں۔

مذہبی تنظیموں کی جائیدادوں کے قومیائے جانے اور چرچ کے تعلیمی نظام سے الگ کرنے کو استبداد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کا مقصد ان کے مطابق مذہبی تنظیموں



کو تباہ کرنا ہے تاہم اس ضمن میں اس بات کا ذکر نہیں کیا جاتا کہ تو میاں کی گئی عمارت اور مذہبی اشیاء ان تنظیموں کو ان کے استعمال کے لئے واپس کی گئیں اور انہیں کوئی مالی مشکل درپیش نہیں ہے۔

اس بات کو ”بھول جانے“ کا ایک عام رجحان ہے کہ ماقبل انقلاب روس میں جہاں ابتدائی تعلیم تمام تر چرچ کے ہاتھوں میں تھی، آبادی کا تین چوتھائی حصہ نہ لکھ سکتا تھا اور نہ پڑھ سکتا تھا جبکہ آج سوویت یونین ایک ایسا ملک بن چکا ہے جہاں سو فیصد افراد خواندہ ہیں۔

اس حقیقت کو بھی کہ سوویت یونین میں چرچ خیرات و چندہ وصول نہیں کر سکتا اس کے حقوق کی ناجائز تلفی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تاہم سوویت یونین میں ایسی سرگرمیوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ سرمایہ دار دنیا میں بیروزگار، غیر مراعات یافتہ خدا پرستوں کو مذہبی خیرات کا سہارا لینا پڑتا ہے جبکہ سوویت یونین میں حکومت ضرورت مندوں کی مدد ان کے مذہبی رجحانات کا لحاظ کئے بغیر کرتی ہے۔

سوویت یونین میں مذہبی تنظیموں کے ”خاتمے“ کے اسرار کو سچ ثابت کرنے کے لئے غلط بیان ملا سوویت دور حکومت میں عبادت گاہوں کی گھٹی ہوئی تعداد پر خصوصیت سے زور دیتے ہیں حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے وہ اصرار کرتے ہیں کہ خدا پرستوں کی تعداد میں کوئی قابل قدر تبدیلی نہیں ہوئی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام سوویت جمہوریاؤں میں سوویت یونین کے سیکولر ملک بننے کے ساتھ ہی مذہبیت کا اثر بے دریغ کم ہوتا جا رہا ہے۔

چرچ سے اعتقاد اور وفاداری کی بنیاد پر مذہب پرستوں اور چرچ کے نمائندوں پر جبر و تشدد کے متعلق غلط بیانی کو عام طور پر سیکولرزم کے جبراً عائد کئے جانے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم سوویت یونین میں اپنے فرائض انجام دینے والے



مذہب کے اعلیٰ ترین پیشوا ایک زبان ہو کر بیان دیتے ہیں کہ سوویت یونین میں مختلف مذاہب کے ملنے والے اور غیر مذہبی افراد یکساں طور پر زندگی گزارتے اور دستور کے تحت ہر ایک کو عطا کردہ آزادی ضمیر کے حق کا احترام کرتے ہیں تمام چرچ اور مذہبی برادریاں اپنے اپنے مشن چرچ کی روایات اور قوانین کے مطابق سرانجام دیتے ہیں جبکہ سرکاری ادارے ان کے معاملات میں دخل اندازی کرنے سے گریز کرتے ہیں اس ملک کا دورہ کرنے والے غیر مالک کے چرچ کے ایماندار پیشوا بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنہیں مغرب میں "شہید" کہا جاتا ہے تو ان سب پر مجرمانہ کاموں کی انجام دہی کی وجہ سے مقدمہ چلایا گیا اور ان کو سزائیں سنائی گئی تھیں۔

سوویت قانون نے کبھی بھی کسی مذہبی عقیدے یا سرگرمی کو مجرمانہ حرکت تصور نہیں کیا کسی بھی ایسی جوابدہی کا تصور بھی مارکسزم، لیننزم کے اصولوں کے غیر مطابق ہے مارکس لکھتا ہے "کسی بھی شخص کو اس کے اخلاقی کردار یا اس کے سیاسی یا مذہبی خیالات کی وجہ سے قید کیا یا اس کی جائیداد یا قانونی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ بین الاقوامی قانون کے عین مطابق مذہبی عقائد کی پابندی یا مذہبی عبادت کی ادائیگی کے آڑ میں عوامی نظم و ضبط، فرد یا شہریوں کے حقوق میں خلل اندازی کو سوویت قانون مجرمانہ حرکات قرار دیتا ہے۔ پروپگنڈا کرنے والے ملا اس حقیقت پر چپ سادھ لیتے ہیں کہ سوویت یونین میں مذہبی رجحانات کی بنا پر شہریوں کے حقوق میں دخل اندازی (یعنی روزگار یا تعلیمی اداروں میں رجسٹریشن) قانونی طور پر قابل سزا ہے۔

مولویانہ، بورژوائی، نظریاتی خطرے کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ پروپگنڈا کرنے والے مولوی آبادی میں خصوصاً اس کے سیاسی طور پر ناپختہ طبقے میں جھوٹی اطلاعات پھیلاتے ہیں۔ فطرتاً اس خطرے سے نمٹنے کے لئے سیکورٹ تعلیم کے بہتر طریقوں



تریاہ پر نور مخالفانہ پروپیگنڈے اور سوویت یونین میں آزادی ضمیر کی موجودگی اور سرمایہ دار دنیا میں اس کے ناپید ہونے کے ثبوت کے بہتر مظاہرے کی ضرورت ہے۔ مارکس، اینگلز اور لینن نے بار بار اس جانب اشارہ کیا ہے کہ مذہب خود بخود نہیں بلکہ صرف معاشرے کی سماجی ترقی کے ذریعہ ماضی کا حصہ بنے گا۔ فعال سیکولر پروپیگنڈے کو ہر لحاظ سے اس کے ناکارہ پن میں حصہ لینا چاہیے۔ سوشلسٹ معاشرے کی روحانی فضا جس میں انسان اور کمیونزم کی تشکیل کے نام پر تعمیری کام کرنے کا اس کا حق ہی بلند ترین اقدار ہیں مارکسی اور لیننی سیکولرزم کے انسانی جوہر کا بھرپور اظہار کرتی ہے۔



حوالے جات

- ۱۔ - پراودا ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء
- ۲۔ - کے۔ مارکس اور ایف۔ اینگلز سیکولرزم مذہب اور چرچ ماسکو ۱۹۷۱ء صفحہ ۳۶۳ - ۳۶۴ (روسی زبان میں)
- ۳۔ - کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز مجموعہ مضامین جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۲
- ۴۔ - کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز مضامین جلد ۱، صفحہ ۳۲۷، ۳۲۸، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز "منتخبہ مضامین" ماسکو، ۱۹۶۹ء جلد ۲، صفحہ ۳۷۶
- ۵۔ - مارکس، اینگلز "مضامین" جلد ۲۳، صفحہ ۳۵۹، ۳۸۹، ۳۹۰
- ۶۔ - وی۔ آئی لینن "مجموعہ مضامین" ماسکو جلد ۱۵، صفحہ ۳۰۶، جلد ۱، صفحہ ۷، ۸ جلد ۲۸، صفحہ ۱۸۱، جلد ۳۲، صفحہ ۳۰۲ - ۳۰۳
- ۷۔ - کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز "مجموعہ مضامین" جلد ۱، صفحہ ۳۷۶



پادریوں کا ہتھیار — جدید خرافات



سامراجیت کی رجعت پسندانہ طاقتوں کے شروع کردہ سوویت دشمن پروپیگنڈے کے ساتھ مل کر مخاصمانہ پادریوں نے ایک مکمل طور پر نئے جھوٹ کا اختراع کیا ہے جس کا مقصد سوشلسٹ معاشرے کی زندگی کی مسخ شدہ تصویر پیش کرنا ہے کچھ دنوں سے یہ بڑی سرگرمی سے مختلف قسم کی اختراع کردہ باتیں پھیلا رہے ہیں مثلاً سوشلسٹ ممالک میں مذہبی نشاطِ ثانیہ یا ایک طاقتور مذہبی حزب اختلاف کی موجودگی کے متعلق باتیں۔

پادریوں (ملاؤں) کے جھوٹ کی اس حالیہ اختراع کے بڑے دور رس مقاصد ہیں رجعت پسند طاقتیں مذہب کو سوویت یونین اور دوسرے سوشلسٹ ممالک میں سماجی تبدیلی کے لئے بنیاد تصور کرتی ہیں۔ یہ مذہبی نشاطِ ثانیہ کا سہارا اس لئے لے رہے ہیں کہ یہ مذہب کو ایسا نظریہ تصور کرتے ہیں جو کمیونسٹ نظریے کو باطل کرنے کا اہل ہے وہ مذہبی حزب اختلاف کو سوشلزم کے وسیع داخلی اختلاف کے مرکز کے طور پر دیکھتے ہیں۔

اس صدی میں پادریوں (مولویوں) کی پروپیگنڈہ مشینری نے اس ملک میں دوبارہ مذہبی نشاطِ ثانیہ کا جھوٹ دوبارہ پھیلا یا۔ دونوں مرتبہ روسی آرٹھوڈوکس مذہب کو مہیب چیلنجوں کا سامنا تھا۔ روس میں انقلابی گٹ بڑے



موقع پر مطلق العنانی کے بحران نے مذہبی نشاط ثانیہ کے خیالات کے ابھرنے کے لئے پس منظر کا کام کیا۔ نیو کرسچینیٹی یا نام نہاد نئے مذہبی شعور کے ترجمان نکولائی بروتسکیف، سگریڈ بلگا کوف، ولادیمیر روزانوف اور دوسرے مذہب والوں کا اس روشنی کے طور پر خیر مقدم کیا گیا جو بحران پر قابو پانے کے لئے اور عوام کے انقلابی طوفان کو روکنے کے لئے راہ دکھا رہا ہو۔

دراصل جس مذہبی فلسفے کو وہ پیش کر رہے ہیں وہ آرتھوڈوکس عیسائیت کی اصلاح کے لئے نئے خیالات پیش کر رہا تھا جو زار کے روس کی زباں بند فضا میں سو درندہ کھائی دیتا تھا۔ ملک میں ہونے والی تبدیلیوں کا زیادہ تر الزام روسی آرتھوڈوکس چرچ پر رکھا گیا تھا جو الزام کے مطابق عوام کو عیسائیت کے دائرے میں رکھنے میں ناکام ثابت ہوا تھا۔ مثال کے طور پر روسی مذہبی فلسفی وی۔ زینکو فسکی نے ۱۹۲۱ء میں بلغراد کے آرتھوڈوکس طلبہ کے حلقے میں پیش کردہ ایک رپورٹ میں دعویٰ کیا کہ روس کے، ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی ایک وجہ روسی مطلق العنان ریاست کی جانب سے چرچ کی حد سے زیادہ سرپرستی تھی جس کی وجہ سے مذہب پرست آزادی سے محروم ہو گئے تھے اس کے بیان کے مطابق یہی وجہ تھی کہ کئی افراد چرچ کو زار کی حکومت کے ہاتھوں میں ایک وفادار آلہ تصور کرتے تھے اور اسی لئے انہوں نے عیسائیت کو ترک کر دیا۔ چرچ سے ابتداً نوجوانوں کی اس برگشتگی نے بسینہ طور پر انقلابی جذبات کو مزید ابھارنے میں حصہ لیا اور سلطنت کی اہم قوت کو ختم کر دیا۔

ایک اور مذہبی فلسفی بروتسکیف کا بھی کچھ ایسا ہی خیال تھا اس نے روسی آرتھوڈوکس چرچ کو ”نہ صرف مطلق العنان کو مقدس قرار دینے اور چرچوں میں مطلق العنان حکومت کے لئے دعائیں کرنے کا ملزم ٹھہرایا بلکہ شہنشاہیت کے آگے



سر جھکانے، زار کو چرچ کے سربراہ کی حیثیت سے تسلیم کرنے اور مطلق العنانی کو اس درجے تک بلند کرنے کا بھی الزام دیا کہ جو مذہبی عقیدے سے کچھ ہی کم تھا۔ اس کے بیان کے مطابق اس کا نتیجہ سماجی زندگی میں عیسائیت کے تنزل پذیر کردار، تشکیک اور آخر کار عوام میں انقلابی جذبات کے فروغ کی شکل میں رونما ہوا۔

یہ نظری بات تھی کہ نئی عیسائیت کے حامیوں کی حیثیت کی ان لوگوں نے مذمت کی جو چرچ کی تمام تنقید کے مخالف تھے۔ اپنی کتاب "روسی فلسفے کی تاریخ" میں نکولائی لوسکائی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بردویف کے اظہار رائے کو چرچ کے لئے خطرناک تصور کیا گیا تھا تاہم خود اس کا خیال تھا کہ کلیسائی طریق کار اور روایتی مذہبی تعلیم میں کئی خامیاں ہیں جس کی وجہ سے معاشرے کے بڑے بڑے حلقے چرچ سے دور ہو گئے ہیں انہیں واپس لانے کے لئے بردویف جیسے دنیا داروں کو بہت کام کرنے کی ضرورت ہے جو یہ بتاتے ہیں کہ عیسائی چرچ کی بنیادوں کو نقصان پہنچاتے بغیر ان خامیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔^۲

گویہ بات عیاں ہے کہ بردویف نے روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے پیچیدہ مسئلے پر یک طرفہ رائے دی تھی تاہم اس نے روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی تمام سرگرمیوں کے عام کردار کی صحیح نشاندہی کی تھی جو انتہائی قدامت پسند تھا اور ایک ایسا وقیانوسی اور فرسودہ — حکومت کا ساتھ دے رہا تھا جو حقیقت سے متصادم ہونے کی راہ پر گامزن تھی۔ وہ لوگ جو ماضی کے خواب دیکھتے ہیں اب بھی احیاء کے رجحانات کو وہ تنکا سمجھتے ہیں جس کو پھر روس خود کو انقلاب سے بچا سکتا تھا۔ بردویف آرٹھوڈوکس مسلک کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی بالکل کوشش نہیں کرتے اس کے برعکس اس نے اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی کیونکہ وہ عیسائیت ہی کو ایسی طاقت تصور کرتا تھا جو انقلاب کی مخالفت کرنے کے قابل تھی۔ اس کا یہ فارمولہ کہ "مارکسزم ایک مغالطہ ہے کیوں کہ

خدا کا وجود اٹل ہے؟ خود اس کے موقف کا ثبوت ہے۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ آج کل کے مذہبی مفکرین، جدت پسند اور بنیاد پرست، ان روسی مذہبی فلسفیوں کے خیالات پر مختلف رائے رکھتے ہیں جنہیں مذہبی نشاطِ ثانیہ کا نقیب تصور کیا جاتا ہے۔ جدت پسند خیالات کو آرتھوڈوکس مسک کے اعادہ شباب کے بنیادی اصول سمجھتے ہیں جب کہ بنیاد پرست اس کے برعکس یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عرصہ ماقبل انقلاب میں مذہبی جوش کو تیز کیا جو آخر کار روس کی مطلق العنان حکومت کے زوال پر منتج ہوا۔ کارلوف کے افتراق انگیزیوں کا مثال کے طور پر ایسا ہی خیال ہے جو رڈنویل (امریکہ) میں ستمبر ۱۹۴۲ء میں منعقدہ بیرون ملک روسی آرتھوڈوکس چرچ کی تیسری کونسل کے شرکائے روس میں زار کی حکومت کے زوال کا براہ راست ملزم ان مذہبی فلسفیوں اور چرچ کی شخصیات کو قرار دیا جو روسی آرتھوڈوکس چرچ کے جمود اور قدامت پرستی کا خاتمہ اور از سر نو عیسائیت کی تجدید چاہتے تھے۔ پراوسلاوٹے ڈیلو (آرتھوڈوکس رنصب العین) برادری کی شائع کردہ جنتری، (یہ برادری کارلووک شہر کے دائرہ کار میں آتی ہے) میں بتلایا گیا ہے کہ نئی عیسائیت کے حامیوں کی سرگرمیاں چرچ کے لئے مسائل پیدا کر دیتی ہیں جسے کوئی بھی بیرونی حالات مثلاً انقلاب کبھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اشاعت میں مزید کہا گیا ہے کہ جہاں تک بروٹیف کا تعلق ہے وہ انجیل سے زیادہ شوپنہار سے متاثر تھا اور نتیجتاً مقدس وطن کے آرتھوڈوکس خیالات کی دنیا سے الگ تھلگ رہا۔ اس نے چرچ کی روایات سے کوئی روحانی تعلقات محسوس نہیں کیا اور نہ ہی اسے سمجھنا ضروری محسوس کیا۔ ذہن کی اس رسائی کی وجہ سے وہ بھٹک گیا۔ پھر بھی تارکینِ وطن کے حلقوں میں روسی آرتھوڈوکس مسک کے زیادہ تر حافی بیسویں صدی کے مسائل کے اوائل کی روحانی نشاطِ ثانیہ کا ذکر کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ روسی آرتھوڈوکس چرچ کے احیاء کے امکانات پیدا کر دیئے اور یہ کہ صرف نئی عیسائیت



ہی ایسے تعمیری عقائد پیش کرتی ہے جو مذہبی وقار میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

مغربی پادریوں کے بیسویں صدی کے اوائل میں مذہبی احیاء کی موجودگی پر اصرار کی گونج اس کی پروپیگنڈہ مشینری کے ان دعووں میں سنائی دیتی ہے کہ سوویت یونین میں نام نہاد روحانی نو بیداری مبتنیہ طور پر پیدا ہو رہی ہے۔ اس پر اصرار کیا جاتا ہے کہ اس نو بیداری کا اظہار لوگوں کی مذہبی جدوجہد سے پیدا ہوتا ہے اور یہ درحقیقت بیسویں صدی کے دوسرے نصف کا مذہبی احیاء ہے یہ بات اچھی طرح نوٹ کرنی چاہیے کہ اس بیان کی صداقت کے طور پر کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاتا۔

اس کے باوجود کمیونسٹ دشمن پادری ایسی بات کا ڈھول پیٹے جاتے ہیں کہ سوویت یونین میں زیادہ سے زیادہ لوگ عیسائیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں جو کہ بند راستوں اور اختلافات کی طرف رواں دواں اس دنیا میں ترتیب پیدا کرنے اس میں روح بھونکنے اور اسے سمجھنے میں مدد دینے کے قابل تنہا اور قطعی طاقت ہے۔ وہ اسی انداز میں مزید کہتے ہیں کہ یہ تصوراتی مذہبی احیاء ہی آزادی کا تنہا ممکنہ راستہ ہے۔ کیونکہ سوائے ایک حقیقی مذہبی احیاء کے کوئی سیاسی تحریک کوئی اختراع کردہ سماجی نظام کوئی سائنس اور ٹیکنالوجی ہماری دنیا میں معنی پیدا نہیں کر سکتی اور انتشار کو شکست نہیں دے سکتی۔

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مذہبی نشاط ثانیہ کا خیال پادریوں کے کمیونسٹ دشمن نظریات کا سہارا ہے اور اسی پر اس کے باقی ماندہ پروپیگنڈے کا سرگرمیوں کا انحصار ہے اور یہی اس کی حکمت عملی کے انتخاب کا تعین کرتا ہے۔

پادریوں کی پروپیگنڈہ مشینری بار بار سوشلسٹ نظریات اور سائنسی سیکولرزم کے بحران اور سوویت عوام کی مذہب کی تلاش کی اختراعات کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے کیونکہ اس کے مطابق صرف ایک مذہب ہی سماجی تبدیلی لاسکتا ہے۔ عیسائیت اور اسلام کو ایسی تبدیلی پیدا کرنے کے لائق محرکہ قوتیں تصور کیا جاتا ہے دوسرے ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے تمام



اقسام کے مخالف دین اور مذہب پسندوں کی تحریروں کو اس کی حمایت میں پیش کیا جاتا ہے۔
 میلان میں قائم تحقیقی مراکز ”عیسائی روس کے ڈائریکٹری روناٹو اسکیلیری
 ”کامینو ڈی لبریسو“ شماره نمبر ۳ ۱۹۸۳ء میں سوویت یونین میں منعقد ہونے والے مذہبی
 سیمیناروں کا ذکر کرتے ہیں جو مبینہ طور پر نئی نسل کی مذہب میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کا
 ثبوت ہیں۔ سعودی عرب کے عرب نیوز کے ۲۶ مئی ۱۹۸۳ء کے شمارے میں ایک بالکل
 بے بنیاد مضمون اس مضمون پر شائع ہوا کہ سوویت یونین میں سیکولر پروپیگنڈے کے
 وجہ نیشنلزم اور مذہب کے احیاء کو روکنے کی کریمین کی خواہش تھی اسی قسم کی کہانی
 اطالوی اخبار کوریڈیلا سیرا بھی پھیلا رہا ہے اس کے ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء کے شمارے میں
 اس کے ماسکو کے نامہ نگار اسکا بیلو کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں سوویت یونین میں
 مذہب کے احیاء اور اس پر حکومت کی گہری تشریش کے متعلق اختراعات کی بھرمار تھی
 ان اختراعات کی پشت پناہی چرچ کی شادلیوں، پتے وغیرہ کی تعداد میں اضافے سے
 متعلق اختراعات کے ذریعے کی جاتی ہے۔

ان دعووں کو سوویت یونین میں مذہب کی گرم بازاری ہے چرچ بھرے ہوئے
 ہوتے ہیں۔ انجیل اور دعاؤں کی کتابوں کی کمی پڑ جاتی ہے اور ان کی نقل ہاتھوں سے کرنی
 پڑتی ہے اور ایسی ہی دوسری اختراعات کو کئی مغربی اشاعتوں میں نمایاں جگہ دی جاتی
 ہے۔ مغربی مذہبی پریس ان باتوں کو اور ایسی ہی اور غلط بیانیوں کو ایک مذہبی نشاط
 ثانیہ کے متعلق حقیقتوں کے طور پر پیش کرتا ہے جو مبینہ طور پر ملک میں جاری ہے۔

تاہم یہ نام نہاد حقیقتیں اصل حقیقت کے منہ پر طمانچہ مارنے کے برابر ہے کیونکہ سوویت
 یونین میں کوئی مذہبی احیاء نہیں ہو رہا ہے اور نہ ہی بیٹیموں کی تعداد میں متواتر اضافہ
 ہو رہا ہے اس کے برعکس پورے ملک میں یہ تعداد بڑھ رہی ہے۔

یہ دعوے بالکل بے بنیاد ہیں کہ پہلے سے زیادہ افراد چرچوں اور عبادت گاہوں



میں عبادت کے لئے جاتے ہیں۔

مذہبی سیمیناروں اور مذہبی فلسفے کے رسالوں کی اشاعت کے متعلق رپورٹ میں بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے یہ درست ہے کہ مذہبی انتہا پسندوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً حملہ ہوتا رہتا ہے تاہم بن الاقوامی رابطوں کے فروغ کی وجہ سے مخصوص پادریوں اور انتہا پسندوں کے درمیان رابطے کے پیدا ہونے اور ان کی مغرب میں تحریروں کو سوویت دشمن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے زیادہ مواقع پیدا ہو گئے ہیں تاہم یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مغربی مذہبی پروپیگنڈہ مشینری کی تمام کوششوں کے باوجود یہ کوئی ایسا نمایاں تاثر قائم کرنے میں ناکام رہی ہے جو مذہبی نشاطِ ثانیہ کا اظہار کر سکے یا انتہا پسندوں کے پیش کردہ کھو کھلے خیالات کا سیاسی ہوا بنا سکے یہ مہم پروپیگنڈے کے کام، حقیقت کو مسخ کرنے کی کوششوں اور جھوٹ کے درمیان دب گئی۔

یہ بات مخصوص ہے کہ سوویت یونین میں مذہب کے احیاء کے متعلق مغربی مذہبی پروپیگنڈے کی مہم نے کئی سالوں سے ایک ہی ناموں اور حقیقتوں کا استعمال جاری رکھا ہے ابھی تک بہت زیادہ حوالے دیے جانے والے ماسکو کے پادریوں گلب یا کونن اور نکولائی اشلمین کا اسقف اعظم کے نام خط جس میں روسی آرٹھوڈوکس چرچ کی مذمت کی گئی ہے ۲۰ سال پرانا ہے گو اسقف اعظم الیکسی کو مر سے ہوتے عرصہ گزر چکا ہے تاہم خط کے متعلق شور و غوغا ابھی تک جاری ہے اسی طرز پر پروپیگنڈے کی نئی سرگرمیوں کو اس بنیاد پر منظم کیا جا رہا ہے کہ انجیلی عیسائی میڈیٹ میں ایک افتراق اندازی کا کیس ہوا تھا جسے مزاحمتی تحریک مذہب کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ صرف مذہبی احیاء کے جھوٹ کا اختراع کرنے والوں کے پیش کردہ دلائل کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے جو خوش فہم سوچ کا ایک مظاہرہ ہے۔ ہم ان حقائق کو کہ ہمارے ملک میں بھی ایسے لوگ ہیں جو چرچ جاتے ہیں مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں اور اپنے بچوں کا بیٹسمہ کرتے ہیں مذہبی احیاء کے سنجیدہ ثبوت تصور نہیں کر سکتے۔



ایسے حقائق کو سوویت پر لیس نے کبھی نہیں چھپایا اور یہ ایک روحانی احیاء کو ظاہر کرتے ہیں۔
تاہم مغربی سوویت دان ان رپورٹوں کی بنیاد پر کچھ شہری چرچ جاتے ہیں اس قسم کا نتیجہ
اخذ کرنے سے نہیں چوکتے۔

روحانی احیاء کو صرف مذہبی سے مربوط کر کے مغربی مذہب پرست اس عمل کا مطلب
ایک وسیع اور تنگ معنوں میں لیتے ہیں جب کہ مذہبی فلسفی مارکسٹ / لیننسٹ نظریہ سے
ہٹ جانے اور مذہب سے تعلق کے اظہار کو احیاء تصور کرتے ہیں (اس نظریہ کے لحاظ سے
تو گراڈی اور میہوویک کی اصلاحی یا ترمیمی جدوجہد کو بھی احیاء کا نام دیا جاسکتا ہے) ،
مذہب دان ، بنیادی طور پر وہ جو کارلوویک افتراق انگیزی کی نمائندگی کرتے ہیں، اختلاف
کے اظہار کو احیاء تصور نہیں کرتے بلکہ ان میں صرف وہ افراد ایسا سمجھتے ہیں جو روس کے عوام
کے اپنے آباؤ کے مذہب پر لوٹ جانے کا تقاضا کرتے ہیں۔

”پراوسلاوناہ روس“ نامی رسالے میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں جس کا عنوان
”روس کی نجات کہاں ہے“ ، کارلوویک کے پیشروؤں میں ایک آرچ بشپ آدرکئی نے لکھا:
”روحانی احیاء کے سچے ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگ یہ یقین کریں کہ نجات صرف
آرتھوڈوکس شہنشاہیت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔“ کارلوویک کے ایک اور پیشرو نے آرچ بشپ
نیکن نے دعویٰ کیا کہ ”روسی عوام اور روس کی تمام دوسری قومیتوں کے لئے کوئی دوسرا
خیال اتنا قابل فہم، تعمیری اور اتحادی نہیں ہے جتنا کہ ایک آرتھوڈوکس شہنشاہیت کا ہے۔“
پادریوں کی ان رجعت پسندانہ بے بنیاد اور غیر حقیقی امیدوں پر کسی تبصرے کی گنجائش
ہی نہیں ہے جو ماضی کا حصہ بن جانے والی چیزوں کے خواب دیکھ رہے ہیں اور گردشِ دوران
کو واپس لوٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کارلوویک کے پیشروؤں کے خوابوں کی ناکامی ان پادریوں پر بھی عیاں ہے جو اپنی امیری
روحانی احیاء کی بنیاد پر روسی تبدیلی ابتداء میں اس کے دانشوروں کی تبدیلی پر قائم رکھے ہوئے ہیں۔



یہ ناقابل انقلاب کی روسی نشاط ثانیہ اور موجودہ احیاء کے درمیان تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ان کی ویکی ازم کے نظریے کے اعادہ سے عیاں ہے جسے ۱۹۰۹ء میں ویکی سمپوزیم میں گہرے اظہار کا موقع ملا اسے لینن نے انسائیکلو پیڈیا آف لبرل ریٹیکسی کا نام دیا۔^{۱۳}

مغرب میں ڈی پروفنڈس سمپوزیم کی دوسری بار چھپائی ایک اتفاقی امر نہیں ہے۔ یہ روسی انقلاب کے متعلق مضامین کا مجموعہ ہے جسے روسی نشاط ثانیہ کے ترجمانوں نے قلمبند کیا ہے مثلاً بلگا کوف، اسٹروو، فرینک، ایسکولاوف وغیرہ۔ اس کی اشاعت سے کافی پہلے جی اور اس پر کافی تبصرے کئے گئے جن میں بلگا کوف کے اس بیان کا ذکر کیا گیا۔ ہمارے دانشور عجیب گوٹگو میں مبتلا ہیں یا تو اپنے تمام روحانی وسائل کو اور دنیا کے متعلق تمام انسانی نقطہ نگاہ کو بنیادی طور پر درست کرتے ہوئے روحانی احیاء کیا جائے یا پھر زندہ درگوا ہو جائیں۔^{۱۴}

ایک تبصرہ نگار اس ضمن میں کہتا ہے کہ سمپوزیم دراصل روسی فلسفے اور سماجی تاریخ کے ابدی اور دیر پا عنصر کی جانب ایک موڑ کی نشاندہی کرتا ہے اور اس کا خطاب روسی دانشوروں کی نئی نسل سے ہے جن کا مادی وحدت جوہر کے کشیف بخارات میں دم گھٹ چکا ہے اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ اور چرچ کو روسی مذہبی فلسفے کے راستے پر گامزن دیکھ کر روسی مذہبی نشاط ثانیہ کے پیش روؤں کی راہ پر چلتے ہیں۔^{۱۵}

اس ضمن میں یہ بات دلانا ضروری ہے کہ ڈی پروفنڈس روس میں پہلی بار ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا۔ تاہم اپنے انقلاب دشمن مواد کی وجہ سے اس کی فروخت کی اجازت نہیں دی گئی تھی اس کی چند کاپیاں جب مغربی ممالک پہنچیں تو پیرس میں یہ دوبارہ چھاپی گئیں اس کی یہ چھپائی ویکی کے نئے ایڈیشن کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی جسے پوسٹ پبلشر نے شائع کیا جو سوویت دشمن نورونو، تورووائے سویوز د مخت کش

عوام کا ادارہ) کا ذیلی ادارہ ہے۔

حقائق کا موازنہ کرنے پر یہ نتیجہ درست طور پر اخذ کیا جاتا ہے کہ سوویت یونین میں مذہبی احیاء جس کا نظریہ نگار پادریوں نے آنا چرچا کر رکھا ہے دراصل جدید دور کے مذہبی خرافات کی اختراع کرنے والوں کے دماغ کی ایک خرافات کی پیداوار کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور یہ روسی تبدیلی کے منظر نامے کا ایک جزو لاینفک ہیں جنہیں آج کل کے پادری موجودہ حالات کے لئے نہایت موافق اور سب سے زیادہ موثر کن سمجھتے ہیں: اگر مذہبی بیداری اور مذہبی احیاء کا واقعی وجود ہے تو اسے سوویت سوشلسٹوں میں عرصہ سے منتظر تبدیلیوں کا نظریاتی آغاز تصور کیا جاسکتا ہے یہ سوچ ان خیالات کے احیاء کے لئے کی جانے والی سخت جدوجہد کی محرک ہے جس کے متعلق امید کی جاسکتی ہے کہ یہ سوویت معاشرے کے تفکر کرنے والے طبقے کو روحانی نوبیداری کی جانب مائل کر سکتی ہے یہ سوچ مغربی پادریوں کو سوویت یونین میں مذہبی رکاوٹ اور سیکولر ازم کے غائب ہونے کے متعلق نے حقائق کی متواتر تلاش میں مصروف رکھتی ہے۔

ان حقائق کا دراصل کوئی وجود نہیں ہے۔ جہاں تک متفق نہ کرنے والوں کے حلقوں کا تعلق ہے انہیں نئی نشاط ثانیہ یا روحانی نوبیداری کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ سرکاری نظریات سے نا اطمینانی کی وجہ سے عوام کا مذہب کی جانب مائل ہونے اور سوویت یونین کی آبادی کے روز افزوں مذہبی پینے کے متعلق دعووں کی بھی کوئی بنیاد نہیں ہے اس قسم کی لفاظی کہ بے انصافی کی تاریکی میں امید کی کرنیں یکے بعد دیگرے نمودار ہوتی ہیں۔ صرف کھوکھلی عبارت آرائی کے سوا کچھ نہیں۔

ایک اور خوش فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مغربی رجعت پسند ذرائع کی مدد سے مذہبی مفکرین "کیٹاکومب چرچ" کے متعلق خرافات پھیلا رہے ہیں جو ان کے مطابقی ایک بڑی طاقت ہے جس کا سوویت حکمرانوں کو حساب چکانا پڑے گا۔ کیٹاکومب چرچ کی اصطلاح



ایک انتہائی قدامت پرست آرتھوڈوکس فرقے سے تعلق رکھنے والے مندرگر وہوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو اسٹینو۔ پراؤسلاو نایا سکوف (اصلی آرتھوڈوکس چرچ) کہلاتے ہیں۔

اس کی قیادت سوویت دشمن پادری کرتے ہیں اور یہ ۱۹۳۰ء کے عشرے سے زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف عمل ہے یہ گروہ قلیل تعداد میں ہیں اور ان کے حامیوں کی تعداد مسلسل کم ہوتی جا رہی ہے یہ فریب میں مبتلا لوگ تھے اور ان سیاسی لیڈروں کے جذباتی خطاب کے دوسرے رخ کو سمجھنے میں ناکام رہے تھے جو شمالی روسی شہنشاہیت کے بہ نسبت خدا کی بھی کم پرستش کرتے تھے۔

مغربی مذہبی پروپیگنڈے کرنے والوں نے کیٹاکومب چرچ کی سرگرمیوں کی ایک تاریخ بھی مرتب کی ہے یہ ۱۹۲۷ء میں اسقف اعظم سرگئی کی مصالحانہ پالیسیوں کے خلاف احتجاج کے طور پر شائع کی گئی تھی۔ اس دور میں کوٹھڑیوں اور تہہ خانوں میں خانقاہیں قائم تھیں اور پادری اور خفیہ سرگرمیوں کی طرح جنگوں میں تھے جنگ کے دوران چرچ کو کسی حد تک آزادی نصیب ہوئی لیکن ۱۹۵۸ء میں جب استبداد اور خوف کے ایک اور دور نے کیٹاکومب چرچ کے افراد کو اور زیر زمین کر دیا۔^{۱۶}

یہ خرافات کار لووک کے افتراق انگیزوں نے سب سے زیادہ پھیلائیں جنہوں نے روس میں روسی حکومت کی مطیع مذہبی انجمنوں سے قطعی طور پر علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ یہ افتراق انگیز کیٹاکومب چرچ سے معاملات کرنا پسند کرتے ہیں جس نے عیسیٰ کو رد کرنے والی حکومت کے مقابلے میں خفیہ وجود قبول کر لیا تھا اس کا روحانی تعلق کے طور پر فیہ مقدم کیا گیا۔

مغربی پریس کیٹاکومب چرچ اور اصلی آرتھوڈوکس چرچ کے درمیان تفریق بھی کرتا ہے جس نے خدا پرستوں پر کبھی بھی کوئی قابل ذکر اثر نہیں ڈالا تھا۔ یہ مذہبی شہنشاہیت کے گروہوں کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا اور شروع میں اس کی قیادت ایک طرح کا صدر دفتر کرتا تھا جس کا نظریاتی لیڈر اسقف اعظم آئیوسیف پٹیرووخ تھا۔ جب ۱۹۳۱ء میں اس

تنظیم کی سمان دشمن سرگرمیوں کا انکشاف ہوا تو یہ فرقہ متعدد مقامی برادریوں میں منتشر ہو گیا۔ ملک کے کچھ حصوں پر جرمنی کے قبضے کا فائدہ اٹھانے کے باوجود مرکز کے ذریعہ اس کے کنٹرول کو بحال کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اس کے حامیوں کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ اصلی آرٹھوڈوکس چرچ، چرچ کی تنظیم کا درجہ دیتے جانے کے قابل نہیں ہے جہاں تک کیٹاکومب کا تعلق ہے تو یہ صرف ایک تصوراتی بات ہے۔

چرچ یا اسی طرح کے اور اداروں کے بھیس میں رہنے والے سوویت دشمنوں اور ان خدا پرستوں کے درمیانی جنہیں کیٹاکومب چرچ کے پیروکار سمجھا جاتا ہے، نظر یاتی تعلق کی آسانی سے تشریح کی جاسکتی ہے۔ اصلی آرٹھوڈوکس چرچ کی قیادت ہمیشہ سے رجعت پسند پادریوں کو رکھ کر اور زار کی فوج کے افسروں پر مشتمل رہی ہے کہ جنہیں سوویت حکومت سے اپنا حساب صاف کرنا تھا۔ انہوں نے اپنی مذہب سوویت دشمن سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے چرچ کی تنظیموں کو استعمال کیا جیسا کہ پادری اس کو رنگ دینا چاہتے ہیں یہ جب واستبداد کی وجہ سے نہیں بلکہ خود اپنی مرضی سے زیر زمین روپوش ہو گئے۔

یہاں یہ بات یاد دلائی جاسکتی ہے کہ کیٹاکومب چرچ کی فرضی باتوں کی قطعی آج سے بیس سال پہلے دینیات کے پروفیسر ایس ٹرائٹسکی نے کھولی تھی پیرس میں چھپنے والی اپنی کتاب ”کارلووک افتراق انگریزی کا جھوٹ“ میں انہوں نے بتایا کہ کارلووک افتراق انگریزی جھوٹ حقیقی چرچ کو زیر کرنے کے لئے پھیلا رہے تھے جو بیحد طور پر سوویت یونین میں روسی آرٹھوڈوکس چرچ کے برخلاف چوری چھپے زندہ ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اسقف اعظم تیخون نے اپنی موت سے کچھ عرصہ پہلے کہا تھا کہ آرٹھوڈوکس روسی چرچ کے لئے حضرت عیسیٰ سے اپنی وفاداری قائم رکھنے کا واحد طریقہ صرف یہ ہے کہ وہ مستقبل قریب میں کیٹاکومب میں چلا جائے۔ یہ ایک بین اختراع ہے جو تیخون کے بیان کے بالکل برعکس ہے۔ ٹرائٹسکی نے بجا طور پر نتیجہ اخذ کیا کہ کیٹاکومب چرچ کا خیال روحانی جھوٹ کو چھپانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اگر ایسے



مذہبی رہنما تھے بھی جنہوں نے اپنے پیروں کو زیر زمین چلے جانے کو کہا تب بھی بہت جلد وہ اپنے حمایتیوں سے محروم ہو گئے جنہوں نے ان کے اصل عزائم کو سمجھ لیا تھا۔ ماقبل جنگ سالوں کے دوران جب خدا پرستوں کے انتہائی رجعت پسند گروہوں کے باقیات بھی عملی طور پر منتشر ہو گئے تو یوں دکھائی دیتا تھا کہ کیٹا کومب چرچ کی خرافات بھی تیزی سے ماضی کا حصہ بنتی جا رہی تھیں تاہم وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خرافات دوبارہ نمودار ہوئیں جب سوویت دشمن پادریوں نے اسے خول سے باہر نکالا۔ اسے پھر سے سوویت یونین میں مبنیہ طور پر ابھرتی ہوئی مذہبی مزاحمت کے ثبوت کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے جسے کافر حکومت کے خلاف وسیع پیمانے پر عوامی مذاہمت کا آغاز سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ بیان بھی بالکل کیٹا کومب چرچ کی خرافات کی طرح مکمل غلط ہے۔

تاہم جو بات سچ ہے وہ یہ ہے کہ سوویت حکومت کے خلاف مخالفت کو ابھارنے کی کوشش کرتے ہوئے مغربی پادریوں کی پروپیگنڈہ مشین خدا پرستوں کو اپنی خواہش کے مطابق سوویت دشمن روحانی بیداری پر ابھارنے کے لئے ہر کام کرتی ہے اس مقصد کے لئے استعمال کئے جانے والے ذرائع میں سوویت یونین میں اسمگل کئے جانے والے مذہبی ریڈیو پروگراموں اور کتابوں کے ذریعے سوویت شہریوں کا نظریاتی برین واش کرنے کی کوششیں اور سوویت یونین کو بیسویں صدی کے اوائل کے روسی نشاط ثانیہ کے حمایتیوں کے خیالات برآمد کرنا شامل ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادری ہمارے ملک کے خدا پرستوں کو بیرون ملک سے بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کہ درون ملک مذہبی احیاء کے متعلق ان کے دعوے صرف دھوئیں کی ایک چادر ہیں کیونکہ اگر حقیقتاً اس کا وجود ہوتا تو اس کی پرورش کرنے میں اتنی کوششیں صرف کرنے کی چڑاں ضرورت نہ ہوتی۔

مذہبی پروپیگنڈے کا اصل مقصد خدا پرستوں کے مذہبی ایقان کو انہیں سوویت

دشمن ہرگز میوں پر اکسارنے کے لئے استعمال کرنا اور انہیں سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے آلہ کار بنانا ہے۔ ان منصوبوں کے مقصد میں ناکافی لکھی ہے۔ سوویت عوام کا سیاسی اتحاد اور سوشلسٹ نظریات سے ان کی وفاداری، پارٹیوں کی سوویت یونین میں مذہبی احیاء کی امیدوں کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ آج کل جو عام رجحان ہے وہ احیاء نہیں بلکہ مذہبیت کا رفتہ رفتہ معدوم پڑ جانے اور یہ رجحان ناقابلِ واپسی ہے۔ اگرچہ پارٹیوں کی کوششیں یہ ہیں کہ وقت کے دھارے کو پلٹا دیا جائے۔



حوالہ جات

- ۱: بیرون ملک زندگی - زرنومنس کے خاندان کی تاریخ،
پیرس، ۱۹۷۳، صفحہ ۳۰ (روسی زبان میں)
- ۲: این۔ بردیف، 'تیا مذہبی شعور اور عوام - سینٹ پیٹرس برگ،
۱۹۰۷ء، صفحہ ۲۲۵ (روسی زبان میں)
- ۳: این۔ او۔ لوسکی، روسی فلسفے کی تاریخ، نیویارک، ۱۹۵۱ء، صفحہ ۲۵۰
- ۴: پٹ، ماسکو - شماره ۳۰، ۱۹۳۱ء، صفحہ ۳۲
- ۵: پراووسلاوونئی دیلو، فرنیفرٹ آن دی مین میں آرٹھوڈوکس
نصب العین کے لئے سینٹ نکولس کی برادری، شماره ۱، ۱۹۷۱ء
- ۶: ایضاً
- ۷: سوویت یونین میں مذہب اور چیچ، ماہانہ جب ٹزہ،
میونخ (جرمنی) شماره ۱، ۱۹۷۵ء، صفحہ ۲
- ۸: دی رشین اسٹوڈنٹ کر سچین موومنٹ ہیرالڈ، پیرس / نیویارک،



- شماره ۱۰۰ ، ۱۹۷۱ ، صفحہ ۱۳۹ (روسی زبان میں)
- ۹ : ہپانوی خیراتی سوسائٹی، لائبریری کی شائع شدہ کتاب
- ۱۰ : پراؤسلاونا یارٹس ، جوڈون ویل (امریکہ)
- شمارہ ۹ ، ۱۹۶۹ ، صفحہ ۱۱
- ۱۱ : ایضاً شمارہ ۲۰ ، ۱۹۶۸ ، صفحہ ۳
- ۱۲ : ایضاً شمارہ ۱۲ ، ۱۹۶۹ ، صفحہ ۵
- ۱۳ : وی۔آئی۔ لینن ، مجموعہ مضامین ، ماسکو ، جلد ۱۶ ، صفحہ ۱۲۳-۱۲۴
- ۱۳ : دوپروفندس ، نیویارک ، ۱۹۶۷ ، صفحہ ۱۳۷
- ۱۵ : ویسٹنگ آرائس کے ایچ ڈی ، شمارہ ۸۶ ، ۳ ، ۱۹۶۷ ، صفحہ ۵۰-۵۱
- ۱۶ : رُسکایا میسل ، پیرس ۱۹۰-۱۹۰۹ جون ۱۹۶۹ء
- ۱۷ : ایس وی ٹرائٹسکی ، کارلوووک افتراق انگریزی کا جھوٹ ،
- پیرس ، ۱۹۶۰ ، صفحہ ۸۳
- ۱۸ : ایضاً ، صفحہ ۸۳



سامراجیت اور مذہبی نظریات



عالمی سوشلزم کے خلاف اپنی جدوجہد میں سامراجیت عوام کے مذہبی شعور کے جوڑ توڑ کو بڑی اہمیت کا حامل سمجھتی ہے۔ سرمایہ داری نظام کے اوپری طبقے کے مفادات اور اجارہ دار بورژوائیوں کے مفادات کی خاطر مذہبی نوع کے نظریات کو ممکنہ طریقوں سے مقاصد کے مطابق بنایا جاتا ہے مذہبی نظریات کے نظام کے ان عناصر پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے جو سامراجی حلقوں کے سب سے زیادہ موافق ہوں اور جو عوام کے شعور کو کنٹرول کرنے میں ان کی مدد کر سکیں نظری طور پر یہ نظریاتی اثر ان سماجی طبقات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ جنہیں یہ متاثر کرنا چاہتا ہے نظریاتی اثر کا طریقہ کار دنیا کے مختلف حمالک اور علاقوں کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔

سامراجی طاقتیں اپنی منشاء کے مطابق مذہبی عنصر کا استحصال کر سکتی ہیں کیونکہ ایک تو مذہب کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے دوسرے دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ایک نہ ایک مذہب پر قائم ہے (جس کے پروٹیسٹنٹ کی خصوصیات کی نشاندہی پہلے ہی ایگزکلز کر چکا تھا) ۱۰۰۰ ملین سے زائد افراد عیسائیت کو مانتے ہیں۔ تقریباً ۸۰۰ ملین افراد اسلام کے ماننے والے ہیں اور ۲۰۰ ملین افراد بدھ مت کو مانتے ہیں۔^۲

سامراجیت کو آج ایک نئی صورت حال کا سامنا ہے جس میں مذہبی رجحان کے



حامل افراد کی اکثریت قومی اور سماجی آزادی اور امن کی تحریک کی جدوجہد میں حصہ لے رہے ہیں ان میں سے دونوں تحریکیں اپنی خصوصیت کے اعتبار سے سامراج دشمن ہیں ان میں سے کئی سماجی ترقی کے لئے کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں کئی موجودہ حقیقتوں کے مطالب کے حوالے کے لئے مارکس ازم / لینن ازم کی جانب مڑ رہے ہیں اور کئی دوسرے اشتراکی سوسائٹی کی تعمیر میں حصہ لے رہے ہیں۔ تاہم سامراجیت کو مذہبی حلقوں کی زبردست حمایت حاصل ہے جن میں مذہبی پیشواؤں اور مذہبی دائیں بازو کے افراد شامل ہیں۔ وقت کی ترقی کو روکنے کی کوششوں میں استعماریت ٹھوس سیاسی عمل درآمد کے ذریعے کے طور پر قدامت پرست مذہبی نظریات پر انحصار کرتی ہے ایسے نظریات اپنی داخلی اور خارجی پالیسیوں پر عمل درآمد کے لئے استعماریت کے سب سے اہم آلہ کار ہیں۔

I

سامراجیت اپنی خارجہ پالیسی میں قدامت پرست مذہبی نظریے پر انحصار کرتی ہے تاکہ اس پالیسی کو مستحکم بنا سکے۔ مذہبی حلقوں اور خدا پرستوں کے وسیع ترین شعبوں سے ان کی حمایت کی یقین دہانی حاصل کر سکے اور بین الاقوامی حلقوں میں سوشلزم اور سرمایہ داری نظام کو نیکی اور بدی اور گناہ و ثواب کے مابین جدوجہد کے طور پر پیش کر سکے۔ اس راستے کو امریکی اجارہ دار بورژوازیوں کے سب سے پر تشدد شعبوں نے اختیار کیا جو مذہبی نظریے کے مختلف خیالات کا وسیع پیمانے پر استحصال کرتی ہے۔ سوویت دشمن اور کمیونسٹ دشمن صلیبی جنگوں کے خیال کی بنیاد نیکی اور بدی کی قوتوں کے مابین کشمکشوں کا مذہبی اظہار ہے۔

اپنی داخلہ پالیسی میں اجارہ دار بورژوازی قیام مذہبی نظریے کا سرمایہ دارانہ نظام کے روحانی بحران پر قابو پانے کے ذریعے، سرمایہ دار سوسائٹی کو کمک پہنچانے، اس کو مستحکم



بنانے اور اس کے فطری تضادات پر قابو پانے اور ترقی پذیر طاقتوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استحصال کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس میں مذہبی نظریات روزمرہ کے شعور کے درجے کے طور پر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جن کا تعلق اندھے اعتقاد، برتر طاقتوں کے لئے نفرت کے احساسات، جمود، عاجزی سے ہے۔ یعنی وہ سب کچھ جو عوام کو روحانی طور پر زیر کرنے میں مدد کرتا ہے اور اس طرح وہ حکمران طبقے کے ہاتھوں میں ایک اندھا آلہ کار بن جاتے ہیں۔

مذہب کی تعلیم ”زمین پر رہتے ہوئے فرماں بردار اور صابر رہنے کے متعلق“ سرمایہ دار ممالک کے حکمران طبقات کی ضروریات کو پورا کرتی ہے جس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ شامل ہے جہاں صرف گذشتہ چند سالوں میں افلاس زدہ حدود میں رہنے والوں کی تعداد میں پانچ ملین کا اضافہ ہوا ہے۔ جب کہ ۳۰ ملین افراد بے روزگاری کا شکار ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے عام بحران کے وقت سماجی طاقتیں ایسا نظریاتی نظام وضع کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں جو ان کی داخلہ اور خارجہ پالیسی پر عمل درآمد میں سہولیات پیدا کرے گا۔ سیاسی کھینچاؤ کو دور کرے گا اور سرمایہ دار سوسائٹی میں طبقاتی کشمکش کو آگے بڑھنے سے روکے گا۔

مثال کے طور پر مذہب یا شہری مذہب کی شکل میں اس نام نہاد واحد قومی نظریے کا مقصد جسے امریکی طریقہ زندگی کا ایک تعمیری عنصر کہا جاتا ہے، یوں افزوں سماجی اختلافات پر قابو پانا اور ان کو کم کرنا ہے۔ اس مذہب کا مقصد امریکی سوسائٹیوں کو مستحکم بنانا ہے کروڑ پتیوں اور بے روزگاروں کو، کالوں کو، آجروں اور اجیروں کو، امریکی نظریات کی خدمت کے لئے یکجا کرنا یعنی بڑے بوی پارلیوں کے مذہب کی خدمت کے لئے یکجا کرنا ہے۔ امریکی شہری مذہب دو بنیادوں پر قائم ہے سرمایہ داری نظام کی پرستش اور کمیونزم کو ”خدا کے دشمن“ کی حیثیت سے مذمت۔ سرمایہ داری نظام ایک سماجی نظام



تصور کیا جاتا ہے جس نے خدا کے فضل و کرم سے امریکہ کو آزادی اور دولت عطا کی جب کہ کمینوزم سے امریکہ کو دونوں سے محروم رہ جانے کا خطرہ ہے۔ فطرتاً کیونز م سے متعلقہ ہر بات کو ایسے متعصبانہ انداز میں مسخ کیا جاتا ہے اور اس کی تشریح کی جاتی ہے کہ وہ امریکی بد تہذیبوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہو سکے کیوں کہ ان کے لئے ہی شہری مذہب کے دستور العمل کو وضع کیا گیا ہے۔

سرمایہ دارانہ سوسائٹی کے روحانی بحران پر قابو پانے کے لئے فرد کے مسئلے پر توجہ دی جا رہی ہے۔ انسان اور اس کے شعور کی مذہبی اور بورژوائی تشریحات ایک مرکز پر یکجا کی جاتی ہیں۔ نتیجتاً ایک نئے جدید قسم کے مذہبی بورژوائی علم الانسان عوام کے زیادہ بڑے حصے پر اثر پذیر ہونے کے لئے ایک مناسب ذریعے کے طور پر عالم وجود میں آتا ہے۔ اب انسان کو وجود کے ایک بڑے طوفانی سمندر کے کنارے ریت کا ایک ذرہ نہیں بلکہ کسی حد تک خود اپنی تقدیر کا خالق سمجھا جاتا ہے۔ گو کہ تقدیر بہر حال خدا کی جانب سے پہلے مقرر کر دی جاتی ہے۔

فطرتاً جدید قدامت پرست مذہبی مفکرین انسان کے مسئلے کو اب بھی گناہ سے چھٹکارا پانے اور نجات کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اور سرمایہ دارانہ نظام اور اس سے وابستہ استحصال، بے روزگاری اور افراط زر کی زنجیروں سے اس کی سماجی اور قومی چھٹکارے اور آزادی کا مسئلہ نہیں سمجھتے۔ اسی موقف کے لحاظ سے روم میں اکتوبر اور نومبر ۱۹۸۲ء میں منعقدہ رومن کیتھولک بشپ کی میٹنگ میں انسان اور اس کی شخصیت کے مسئلے پر بحث کی گئی۔ ویٹیکن دستاویز "تطابق اور انفعال" (دسمبر ۱۹۸۲ء) بھی اسی موضوع پر ہے جس میں طبقاتی کشمکش کی ایک سماجی برائی کے لحاظ سے مذمت کی گئی ہے اور چرچ کے سامنے ہر کیتھولک کی ذمہ داری کا صاف طور پر اظہار ہے۔

پادریوں کی دینیات اور بورژوائی فلسفہ، شخصیت کے مسئلے کو ایک علیحدہ



فرد کے مثلے تک گھٹلنے اور انفرادیت کی تبلیغ کرنے میں ہم خیال ہیں دراصل موجودہ پادری اور بورڈ والی مفکرین کے عقیدوں کی تہہ میں ان کا عوام کے منتظم گروہوں سے خوف اور انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنے اور انہیں اسے علیحدہ علیحدہ مطیع افراد میں تقسیم کرنے کی خواہش کار فرما ہے جو انفرادی طور پر سرمایہ دار سوسائٹی کے مہنور میں ادھر ادھر پریشان پھرتے رہیں۔

مذہبیت اور تقدس اپنی ذات کے مناسب اظہار کے ساتھ شخصیت کی ابتدائی خصوصیات بتلائی جاتی ہیں اور چرچ کو اس ذات کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے یہ ایک اتفاقی بات نہیں ہے کہ "ریڈیمپٹر، سیومنس کمیونٹی کیتھولک اناسٹیٹیکل (۱۹۷۹ء) نام نہاد مذہبی آزادیوں پر خصوصی زور دیتا ہے۔

سامراجی سیاستدان خصوصاً سب سے پہلے امریکی سیاستدان مذہبی آزادیوں کو حفاظت کرنے کے بہانے دوسری قوموں کے داخلی معاملات میں بہت زیادہ دخل دیتے ہیں انکاراگو کے عوام کے خلاف امریکہ کی بلا اعلان جنگ اور افغان عوام کو اپریل انقلاب کے ثمر حاصل کرنے سے روکنے کی واشنگٹن کی کوششوں میں یہی بہانہ استعمال کیا جاتا ہے۔

بہ نظر غائر جائزہ لینے پر اندازہ ہوتا ہے کہ نام نہاد مذہبی آزادیوں کی حفاظت سامراجیت کی حمایت کرنے والے مذہبی لیڈروں کے سیاست میں دخل انداز ہونے اور پالیسیاں خود وضع کرنے کے حق کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ درحقیقت یہ عام خدا پرستوں کے لئے مذہبی آزادی کی حفاظت نہیں بلکہ مذہبی پیشواؤں کی حفاظت ہے۔

مذہبی عقائد کو جدید دور کے مطالباتی بناتے وقت اور مذہبی جدیدیت کو کسی حد تک حوصلہ افزائی کرتے وقت سرکردہ مذہبی حلقے اس بات کی احتیاط کرتے ہیں کہ یہ عمل آرتھوڈوکس کی حدود سے تجاوز نہ کر جائیں جن میں چرچ اور بورڈ واسوسائٹی دونوں کی بنیادیں محفوظ رہیں گی لہذا ۱۹۷۰ء کے عشرے کے اواخر اور ۱۹۸۰ء کے عشرے



کے اوائل میں جب استعماری حلقے نظریاتی کشمکش میں عالمگیر سطح تک پہنچ گئے تو دائیں بازو کی کیتھولک طاقتوں نے کیتھولک مسلک کی نظریاتی حیثیت کو مضبوط بنانے کے لئے ایک مہم شروع کی آزاد خیال ماہر دینیات خصوصاً کیتھولک حلقوں کے بین الاقوامی حیثیت کے ماہرین کو حملوں اور مذمت کا نشانہ بنایا گیا۔

کچھ عرصے سے دائیں بازو کے وٹیکن کے حلقے لبریشن تھیولوجی کے نمائندوں کے خلاف بھی حملے کر رہے ہیں جو خصوصاً لاطینی امریکہ کے کیتھولک پادریوں اور استعماریت اور امریکہ کے مخالف مذہبی افراد میں کافی شہرت پا چکی ہے اس ضمن میں بے شمار دستاویزات شائع کی جا چکی ہیں جن کا مطلب دراصل سماجی اور قومی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے اور کمیونزم کے ساتھ تعاون کرنے سے کیتھولک افراد کو روکنا ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد کی حفاظت میں ایک کھلا عمل تھا۔

۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء میں انقلاب فرانس کے خلاف لڑنے والے ۹۹ فرانسیسی کیتھولک مذہبی پیشوا اور دوسرے مذہبی افراد کو ۱۹۸۴ء میں سینٹ کا درجہ دیا جانا بھی دائیں بازو کی طاقتوں کی حمایت میں ایک نظریاتی کام تھا۔ سینٹ کے درجے کے عطا کرنے میں یہ جانبداری اتفاقی امر نہیں ہے۔ اطالوی اخبار اسٹیمپا میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مطابق وٹیکن اسپن کی خانہ جنگی کے دوران حکومت کے خلاف فرینکو کی جانب سے لڑنے والے مذہبی پیشواؤں پادریوں اور دوسرے مذہبی افراد کو سینٹ کا درجہ عطا کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اس اجنبی کو یقین ہے کہ اس فیصلے کا خیر مقدم اسپن کے وہ افراد کریں گے جو ابھی تک فرینکو کے گزرے ہوئے زمانے کی تمنا کرتے ہیں۔

II

مذہب کی جانب رجحان ۱۹۸۰ء کے عشرے کے اوائل میں بورڈوائی خیال میں



اٹھنے والی قدامت پرست لہروں میں سے ایک اظہار ہے۔ دائیں بازو کے بورژوازی مفکرین جن میں سے اکثر امریکی ہیں، عیسائیت میں مذہبی جدیدیت کی مذمت کرتے اور مذہبی آرتھوڈوکسی کی جانب لوٹنے کی حمایت کرتے ہیں اور اسے ہم عصر مغربی سوسائٹی کے روحانی افلاس پر قابو پانے کا ذریعہ تصور کرتے ہیں۔

دوسرے نئے قدامت پرست یعنی نام نہاد دائیں بازو کے افراد، خصوصاً فرانس میں عیسائیت اور اس کے عقائد سے اپنی مایوسی کا اظہار کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مذہب کی مذمت کرتے ہیں وہ صرف نئی مذہبی انواع کی حمایت کرتے ہیں اور اس طرح اس عمل کے دوران بت پرستی اور تصوف کی جانب مائل ہوتے جاتے ہیں۔

سرمایہ دار سوسائٹی کے روحانی بحران کا اظہار ان خدا پرستوں کی رائے سے بھی ہوتا ہے جو مختلف وجوہات کی بناء پر روایتی مذاہب اور ان کے مختلف قسم کے مسلکوں سے غیر مطمئن ہیں کئی خدا پرست اونچے درجے کے مذہبی پیشواؤں کے بڑے تاجروں اور سرمایہ دار سوسائٹی کے اوپری حلقے سے روابط کی بنا پر پریشان ہیں۔ دوسرے مذہبی پیشواؤں کو وہ طاقت نہیں سمجھتے جو عام آدمیوں کو پریشان کرنے والے سوالات کے جوابات فراہم کر سکتی ہے۔ اس طرح کئی افراد روایتی چرچ کو ترک کر دیتے ہیں لیکن ان میں سے تمام سیکولر نہیں بنتے۔ ان میں سے کچھ ایسے فرقوں میں شامل ہو جاتے ہیں جیسے برادر ہڈس یا فیملیز اور نام نہاد متبادل مذہبی مسلک کی دوسری انجمنیں جن میں سے زیادہ تر تصوف کو مانتی ہیں۔ سماجی سطح پر تصوف ابتداً اوسط طبقے کے افراد اور دفاتر میں کام کرنے والوں کو متاثر کرتا ہے جو بڑی بڑی اجارہ داریوں کے سرمائے کے اجتماع اور مرکزیت کے اثر کے تحت پروتاری بن جاتے ہیں سماجی سیرھی سے محفل جانے کے خوف کی بنا پر نئے مسالک میں شامل ہونے والوں میں سے کئی نئے برادر س اور سٹرس میں تسکین ڈھونڈتے ہیں اپنی خصوصیات کی بنا پر صنعتی کارکن اصولاً طبقہ واری پیغمبروں کا شکار نہیں بنتے۔

زیادہ تر مذہبی انجمنیں امریکہ کو اپنا اڈہ بناتی ہیں یہاں کے حکمران حلقے جدید فرقوں کے کیونسٹ دشمن رجحان سے متاثر ہوتے ہیں۔ مثلاً یونائیٹڈ چرچ آف کرائسٹ کے سربراہ "من" جیسے مذہبی لیڈروں کے مافوق الفطرت کرشمے کیونسٹ دشمنی کا ایک بڑا سبق لئے ہوتے ہیں۔

نئی مذہبی انجمنوں کے ارکان کو ذہنی نشین کیا جانے والا نظریات کا نظام بہت قدیم ہے یہ حقیقت کہ اس کے لئے کچھ زیادہ ذہنی مشقت کی ضرورت نہیں ہے، اس کی اصل قوت ہے ان انجمنوں کا نظریاتی عقیدہ یہ ہے کہ تمام دوسرے مذاہب مردہ ہو چکے ہیں اور صرف ایک ہی سچا مذہب ہے جو کہ وہ ہے جو زیر غور ہے اس کے عقائد کے ماننے والوں کے لئے اس دنیا میں جو جدید مغربی سوسائٹی کے بڑھتے ہوئے بحران کیونزم کے خطرے اور ایک ایٹمی عالمی جنگ کے خطرے میں مبتلا ہے، نجات کا بہترین راستہ یہی ہے۔

جدید مذہبی فرقوں کے نظریات اور سرگرمیوں کا اکثر و بیشتر فاشنزم کے نظریات اور سرگرمیوں سے موازنہ کیا جاتا ہے مثال کے طور پر مغربی جرمنی کے رسالے اسٹرن نے لکھا کہ "من" کا فرقہ ایک جبرمانہ انجمن ہے جو لوگوں کو نفسیاتی دہشت دلائی اور فاشسٹ نظام کا پرچار کرتی ہے۔ فرانسسیسی ماہنامے "لوموند و پلوماتیک" نے بھی کچھ ایسا ہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ جب تقریباً ۷ ملین افراد اپنی زندگی کا نصب العین گرو مہاج جی کے حوالے کرتے ہیں جب دو ملین سے زیادہ دوسرے افراد کے لئے "سن میونگ مون سورچا اور فیصلہ کرتا ہے تو کیا یہ سب کچھ اس تاریک دور سے مختلف ہے جب ایک اور اعلیٰ وارفع نجات دہندہ نے ایک فریب زدہ قوم کو "لیبنسبروم" کی فتح پر آمادہ کیا۔

مزید برآں تصوف مخفی علوم اور علم نجوم وغیرہ کا بھی ہٹلر کے جرمنی میں بہت رواج تھا جس کا لائن فوائٹت و نیگر نے اپنی کتاب "THE LAUTENSACK BROTHERS" میں تذکرہ کیا ہے۔



مغرب میں روز افزوں پھیلتے ہوئے محفنی علوم اور تصوف کا بہ نظرِ غائر جائزہ لینے کے پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑے پیمانے پر ایک بڑا منفعت بخش کاروبار ہے۔ یہ لوگوں کے ذہن پر ایک براہِ راست حملہ ہے ابلاغِ عامہ اور پروپگنڈے کے دوسرے ذرائع سے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش ہے غیر منطقی باتوں کو ایک طرح کے بورڈروائی شعور کی حیثیت سے پھیلا یا جاتا ہے۔ اور آزادانہ سوچ خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اوداک کے خلاف اس جنگ میں وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو سائنس اور تصوف کے آپس میں یکجا ہونے کے امکان پر سنجیدگی سے یقین رکھتے ہیں اور عطائی، دائیں بازو کے سیاستدان اور ایسی عوامی شخصیات بھی جو آبادی کے بعض حصوں میں تصوف کو پھیلانے پر عیب خرچ کرتے ہیں۔

III

مذہبی پیشواؤں کی کمیونسٹ دشمنی کو اجارہ دار بورڈروائیوں کی کمیونسٹ دشمنی سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ سرمایہ دارانہ نظام کے تمام ذخائر کو کمیونسٹ دشمن جنگ میں استعمال کرنے کے عمل نے جو نظریاتی شدہ نظریات اختراع کرنے اور جدید کمیونسٹ دشمن تصوف وضع کرنے کے کام سے بھی ظاہر ہوتا ہے مذہبی پیشواؤں کی کمیونسٹ دشمنی کو نظریات کے میدان میں بہت زیادہ سرگرم عمل کر دیا ہے۔ مذہب پر ویٹیکن اجتماع کی دستاویز (اگست ۱۹۸۴ء) جس میں مارکسزم اور مارکسی نظریات پر سخت حملے کئے گئے ہیں۔ ایک قسم کا کمیونسٹ دشمن منشور بن گئی استعماریت اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اسلامی بنیاد پرست اور دوسرے دائیں بازو کی مذہبی جماعتوں کی کمیونسٹ دشمنی کو بھی استعمال کرتی ہے۔ مختصراً مذہبی پیشواؤں کی کمیونسٹ دشمنی بڑی رجعت پسند طاقتوں میں شامل ہو گئی ہے اور اس کے نظریات کے مختلف رجحانات، جدید رجعت پسند بورڈروائی خیالات کے ملتے جلتے رجحانات کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر پادری نظریہ والوں میں کئی درمیانہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کے شانہ بشانہ



نو قدامت پرست اور نو آزاد خیال رجحانات بھی موجود ہیں جس سے مذہبیانہ اور بورڈوائی رجحان پسند قوتوں کے رجحانات کی رنگارنگی کا اظہار ہوتا ہے۔

مارکس ازم / لینن ازم کے خلاف اپنی نظریاتی کشمکش میں کمیونسٹ دشمن مذہبی پیشوا، مذہب، چرچ اور خدا پرستوں کے مسائل پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ ان کا ابتدائی نشانہ سائنسی سیکولرازم ہے ان کے حملوں کا اصل مقصد مارکس / لینن سیکولرازم کو، جسے مذہبیت کا سب سے بڑا دشمن تصور کیا جاتا ہے اور اس سے منسلک سماجی طاقتوں کو عوام کے شعور کے دائرے سے خارج کرنا ہے۔ پروپیگنڈے کے مقصد کے تحت سیکولرازم پر بدکرداری اور آوارگی، خاندان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے اور غیر انسانیت کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں اور اسے ایک ایسا اصول قرار دیا جاتا ہے جو انسان کی روحانی زندگی کی نفی کرتا ہے۔ مختصراً رجحان پسند مذہبی افراد، سیکولرازم کو ان تمام چیزوں کا مجموعہ قرار دیتے ہیں جو انسانی زندگی میں منفی حیثیت رکھتی ہیں اور اسے انتہائی درجے کی حدوں پر پہنچا دیتے ہیں بلاشبہ اس ضمن میں سوشلزم کے تحت انسان کے مادی اور روحانی طور پر مالا مال ہو جانے کو نظر انداز کر دیا ہے کمیونسٹ اخلاقیات کے مواد کو مسخ کیا جاتا ہے اور مارکس لینن نظریے کے انسانی معنوں کو چھپایا جاتا ہے۔ یہی راہ ویلکین نظریاتی رسالے "لائیو لیٹریچر" نے اختیار کی جس نے ۱۹۸۴ء میں سیکولرازم کے خلاف دو لمبے لمبے مضامین شائع کئے اس رسالے نے قارئین کو خدا کے رد کرنے کے خطرناک نتائج کے خیال کا قائل کرنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی۔ آج انسانیت جن تمام مشکلات میں مبتلا ہے انہیں انسانوں کے بڑے طبقوں سے اعتقاد کے ختم ہو جانے کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔

سائنسی سیکولرازم پر اس طرح کا نظریاتی حملہ مذہب اور چرچ سے متعلق مارکس لینن موقف کو کھوکھلا کر دینے کی کوششوں میں سے صرف ایک کوشش ہے۔ حالیہ چند برسوں میں مارکسزم مذہب کے ساتھ تشخص کرنے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ



مارکس نے مذہب پر صرف اس لئے حملہ کیا کہ وہ خود عیسائیت کے خلاف ایک نیا مذہب تلاش کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات کتنی ہی فضول کیوں نہ ہو لیکن بورژوا اور مذہبی نظریہ وان اسے استعمال کرنے کو پسند کرتے ہیں اور مارکسزم اور مذہب کو ہم پکے بتاتے ہیں اور مارکسزم کو مسخ اور بدنام کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض مارکسزم کو "سیکولر مذہب" "مردوں کا مذہب" "نجات کا سیکولر عقیدہ" کہتے ہیں جب کہ دوسرے براہ راست مارکسزم کو مذہب کہتے ہیں۔ کچھ اور لوگوں کو اس میں مذہبی عقائد کے عناصر یا عیسائی اخلاقیات سے لئے ہوئے خیالات نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک مغربی جرمنی کے مفکر آر۔ لووین تھال کا کہنا ہے کہ تاریخی عمل اور تاریخی واقعات کا نظریہ مارکس، قدیم شراکتی نظام، مخالفانہ گروہ اور آنے والی کمیونسٹ سوسائٹی سوائے انجیل کی تملیث کے یعنی جنت، جنت سے نکالا جانا اور جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔

مارکسزم کو اس طرح غلط رنگ دینا اور اسے ایک صوفیانہ اور تصوراتی عقیدے کے طور پر پیش کرنا دراصل مارکسزم کو نیچا دکھانے کی مہم کا ایک حصہ ہے جو محنت کش طبقے اور تمام ترقی پذیر انسانیت کے رہنما ستارے کی حیثیت سے اس کی عالمگیر حیثیت کو ختم کرنا چاہتی ہے۔

بورژوائی اور مذہبی مفکرین دونوں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ مارکس کے خیالات فرسودہ ہیں اور بیسویں صدی کے سماجی عمل پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ لہذا مشہور بورژوائی فرانسیسی ماہر علم سیاسیات ٹاک۔ ایلیل نظریاتی بنیاد پر مارکس کی تنقید کے خلاف عیسائیت کا بچاؤ کرتے ہیں اور عملی طور پر مارکسٹ اور عیسائیوں کے درمیان گفت و شنید کے امکان کو رد کرتے ہیں۔

مارکسزم سے لڑنے کا ایک اور پیچیدہ راستہ وہ مذہب وان استعمال کرتے ہیں جو اس کے بعض دعووں کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مذہبی نظریات کے کچھ عناصر



شامل کر کے اسے بہتر یا عین یا مکمل بنا نا چاہتے ہیں اس ضمن میں جو ہتھیار اکثر استعمال کیا جاتا ہے وہ یہ غلط الزام ہے کہ مارکسزم کا تعلق صرف سماجی زندگی کی مادی بنیادوں سے ہے اور یہ اس کے روحانی پہلو کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

مارکسزم سے جنگ کرنے کا ایک اور مختلف طریقہ عیسائیت اور مارکسزم کے درمیان اس بہانے سے مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس حقیقت کی تشریح کہ آج کل عیسائی اور مارکسسٹ اکثر جنگ کے خطرے اور اپنے طبقاتی دشمنوں کے خلاف ایک جیسا موقف اختیار کرتے ہیں۔

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں دنیاوی نقطہ نگاہ سے سچا ہو سکتے ہیں۔ اس طریقے کو دراصل ان مفروضوں کی بنیاد پر وضع کیا گیا ہے: مارکیوں کا اپنے دعووں کو ترک کر دینا، مارکیوں اور خدا پرستوں کے باہمی تعاون کے مسئلے کو عملی میدان سے نظریاتی میدان میں منتقل کر دینا اور اس طرح امن کے لئے جدوجہد محنت کش طبقے کے مفادات اور سوشلزم کو نقصان پہنچانا۔

اس قسم کی فلسفیانہ قیاس آرائی کی وضاحت برٹشل یونیورسٹی کے ڈی ٹرنر کے بیان کے ذریعے کی جاسکتی ہے جو مارکسزم اور عیسائیت کو قریب تر لانا چاہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں میں ایک زبردست مطابقت دیکھتے ہیں۔ مختصراً مصنف عیسائیت کے اخلاقی اہولوں کی مارکسزم کے ذریعے اور مارکس کے سماجی و اقتصادی نظریے کی عیسائیت کے ذریعے تکمیل کی وکالت کرتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ مارکسزم کے خلاف اپنی جنگ میں رجعت پسند مذہبی پیشوا موجودہ دور کے رجعت پسندوں کی حمایت پر انحصار کرتے ہیں وہ رجعت پسندوں کی مارکسزم پر تنقید کا خیر مقدم کرتے ہیں جو اس کے اصل جوہر کو بشمول مذہب سے متعلق مارکس کے نظریے کو مسخ کرتی ہے رجعت پسندوں کے کئی دعوے مذہبی پیشواؤں کے مارکس دشمن، کیونسٹ دشمن خیالات کی تہہ میں روپوش ہیں دائیں بازو کے مذہبی مفکرین خصوصاً رجعت پسندوں کی



جانب سے فلسفے کے جماعتی جذبے کی تردید کی۔ مادیت کو نظریہ پرستی سے اور مارکسزم کو مذہب سے ملانے کی ان کی کوششیں، مذہب کو لوگوں کے لئے افیون کا اثر رکھنے کے مارکس کے فارمولے کو رد کرنے اور مذہب کو بلند کر کے آسمان تک پہنچانے کی حمایت کرتے ہیں۔

رجعت پسند مذہبی پیشوا مارکسزم کے خلاف اپنی جنگ میں ہر قسم کے ہتھیار استعمال کرتے ہیں یونیورسٹی کے ماہرین دینیات اور مذہبی خیالات کے حامی بورڈروائی سائنس دانوں اور پیشہ ور مذہبی مفکرین کے ساتھ ساتھ رجعت پسند ذہنیت عطا تیوں کو بھی استعمال کرتی ہے۔ اور یہ بات چلے کتنی ہی بعید القفل اور زمانے کے خلاف کیوں نہ دکھائی دے لیکن اس ایٹمی دور میں بھی عطائی آزودہ کار ہیں۔

تویوں بعض افراد مارکسزم پر "شیطانیت" کا الزام لگاتے ہیں ایک پروپگنڈہ پمفلٹ کا موضوع یہ ہے جو امریکہ میں چھپا ہے اور اس پر مارکس کی رنگین تصویر چھپی ہوئی ہے اس پمفلٹ کی متعدد کاپیاں چھاپی گئیں اور ریلوے اسٹیشن کی انتظار گاہوں، ایئر پورٹ اور ایسے دوسرے مقامات پر جہاں پبلک اپنی بوردیت دور کرنے کے لئے کوئی بھی بیکار مواد پڑھنے کو تیار رہتی ہے جس پر ویسے دوسرے اوقات میں نظر بھی نہیں ڈالتی اس پمفلٹ کو مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس پمفلٹ میں سنجیدگی سے یہ بات کہی گئی ہے کہ مذہب اور سیکولرزم کا مارکسی نظریہ دراصل ایک شیطانی پیداوار ہے۔

شیطانیت کے ان مطالعوں کا ایک واضح مقصد ہے جس کا اظہار امریکی کانگریس کے ممبریری میکڈونلڈ نے امریکہ کی تشدد آمیز پالیسیوں کی حمایت میں اپنی ایک دلیل میں کیا۔ انہوں نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ امریکی پرائیڈ و پوپول کے سرپرست سینٹ مائیکل ہیں جنہیں خدا نے شیطان اور اس کے پیروکاروں کو جہنم واصل کرنے پر معور کیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ سیکولر کمیونزم شیطان کا جدید وجود ہے جو ابلیس کے نقش قدم پر چلنے کے لئے لوگوں کو بلاتا ہے" لہذا رجعت پسند مذہبی پیشواؤں اور سامراجی طاقتوں کی نظریاتی مرگرمیاں



ان حدود کو پار کر جاتی ہیں جہاں خیالات نظریات اور دنیاوی نقطہ نگاہ کے درمیان مقابلہ ختم ہو جاتا ہے اور نفسیاتی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اس جنگ میں سامراجیت اپنی امیدوں کا انحصار مذہب پر کرتی ہے اس جنگ کا بڑا مقصد عوام کے بڑے بڑے طبقات میں اور سب سے پہلے خدا پرستوں میں نظریاتی اور عملی طور پر کمیونزم کے خلاف نفرت کے بیج بونا، سوویت یونین اور برادر سوشلسٹ ممالک، عالمی کمیونسٹ تحریک اور سماجی اور قومی آزادی کے لئے کام کرنے والی تمام طاقتوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا ہے۔ نفسیاتی جنگ کا اہتمام کرنے والے سوشلسٹ ممالک میں مذہبی اور قومی جھگڑے پیدا کرنے کے لئے اور سوشلسٹ برادری کو ختم کرنے کے لئے مذہب کو استعمال کرنا پسند کرتے ہیں سامراجی پروپیگنڈہ کرنے والوں کا ہدف مذہبیت کو ایسے لیور کے طور پر استعمال کرنا ہے جو خدا پرستوں کو سوشلسٹ سماجی نظام کو کھوکھلا کر دینے والے اور مملکت کے خلاف مجرمانہ اقدامات کرنے پر مائل کرے گا۔

سامراجیت کی نفسیاتی جنگ کا نشانہ غیر سوشلسٹ دنیا کی اقوام بھی ہیں اس جنگ میں یہ انہیں سوشلسٹ ممالک میں چرچ اور مذہب کی حیثیت کے متعلق غلط اطلاعات فراہم کرتی ہیں، ان کے سامنے سوویت یونین، کمیونزم اور سائنسی مادیت کے دنیاوی نقطہ نگاہ کے متعلق غلط تصویر پیش کرتی ہے اس کے باوجود سامراجی طاقتوں کو ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو عوام اور خدا پرستوں کی سماجی تبدیلیوں کی خواہشات سے اور امن کی تحریک سامراجیت کے خلاف جدوجہد اور اجارہ داری کے خلاف اقدامات میں ان کی شرکت سے جنم لیتی ہیں۔

۱۹۸۰ء کے عشرے میں نظریاتی جدوجہد میں مذہب کو استعمال کرنے کی سامراجی کوششوں

میں کئی نئے عناصر نمایاں نظر آنے لگے ہیں۔ سب سے پہلے ہم اس بات کی نشاندہی کرتے چلیں کہ اب سامراجی طاقتوں کے نظریاتی اسلحہ خانے میں مذہب بڑی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے مذہب کے استحصال کے اور اس کے مواد میں ترمیم کرنے کے ذریعے ان کا مقصد مذہبی نظام کے خیالات پر اپنا کنٹرول مستحکم کرنا ہے تاکہ مارکس ازم، لینن ازم اور کمیونزم کے نصب العین



کی مخالفت کی جاسکے۔ سامراجیت موجودہ مذہبی نظاموں میں سے ان سب سے زیادہ رجعت پسند نظریاتی نظاموں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتی ہے جو دائیں بازو کی بورژوائی انتہا پسندی، قوم پرستی، شاؤنزم اور نسل پرستی کا ساتھ دیتے ہیں۔ سامراجی طاقتیں سیاست کے حوالے سے قدامت پرست مذہبی نظریات میں سب سے زیادہ دلچسپی لیتی ہیں کیونکہ یہ اسے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اور کمیونزم سے جنگ کرنے کے لئے لیور تصور کرتی ہیں اس جدوجہد کے طریقوں کو متواتر بہتر بنایا جاتا ہے اور یہ اور زیادہ پیچیدہ بنتے جاتے ہیں۔



حوالہ جات

- ۱: کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز "منتخبہ مضامین" جلد ۳، ماسکو، ۱۹۰۰ء، صفحہ ۳۵۵
- ۲: "دنیا کے مالک کی آبادی" ماسکو ۱۹۸۲ء، صفحہ ۳۸۷ (روسی زبان میں)
- ۳: وی۔ آئی۔ لینن "مجموعہ مضامین" ماسکو، جلد ۱۰، صفحہ ۸۳
- ۴: "ڈیراسٹرن"، شمارہ ۲۴، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۹۴
- ۵: "ٹومند ویلوپوماتیک"، شمارہ ۳۱۵، جون ۱۹۸۰ء، صفحہ ۱۰
- ۶: آر۔ لووین تھال، "مارکس کی تعلیمات اور اس کا مواد" ہیمبرگ، مغربی جرمنی، ۱۹۸۳ء، صفحہ ۱۱۸
- ۷: ڈی۔ ٹرنر "مارکس ازم اور عیسائیت" آکسفورڈ، ۱۹۸۳ء۔
- ۸: کانگریشنل ریکارڈز، ۲۰۔ اپریل ۱۹۸۳ء، صفحہ ۱۰۲۱-امی۔



اس مجموعے کے مضمون نگار



- ۱: اشیروف، نگمان۔ کینڈیڈیٹ آف سائنس (فلسفہ)، سوویت یونین
میں مسلم مذہبی تنظیموں کے نظریات و رسومات کے مسائل پر کئی کتابوں بشمول سوویت یونین
میں اسلام کا ارتقا، اسلام اور اقوام، مسلم خطبہ کے مصنف ہیں۔
- ۲: بیلوف، اناطولی۔ پریٹیز ڈاکٹ پیپرز میں سیکشن کے سربراہ، ظہور ثانی
فرقہ، فرقہ پرست اور فرقہ پرستی، ہالے سے مبرا اولیا نیز سیکولر ازم اور مذہبی کمیونسٹ
دشمنی کے موضوع پر دوسری عالمانہ تحریروں کے مصنف ہیں۔
- ۳: کلچکوف، ویلنتن۔ ڈی ایس سی (قانون) آل یونین انسٹی ٹیوٹ میں
جرائم کی وجوہات اور اس کے روکنے کے طریقوں کے مطالعے کے شعبے کے سربراہ، مذہب
مملکت، قانون، قانون اور مذہب نیز مذہب اور سیکولر ازم کے مسائل پر متعدد
مضامین کے مصنف ہیں۔
- ۴: کووالسکی، نکولائی۔ ڈی ایس سی (تاریخ) پروفیسر، ویٹیکن
اور عالمی سیاست، کیتھولک فرقہ اور ڈیپلومیسی، چرچ کے سماجی عقیدے کا ارتقاء
نوازا و ممالک میں چرچ کا کردار نامی کتابوں اور مذہبی نظریے و سیاست کے
مسائل حاضرہ پر متعدد مضامین کے مصنف ہیں۔
- ۵: کوفاکووا، ینلی۔ کینڈیڈیٹ آف سائنس (فلسفہ)، ماسکو یونیورسٹی کے شعبہ



فلسفہ میں سینئر ریسرچر نیز آر تھوڈوکس چرچ کی تاریخ اور آر تھوڈوکس فلسفہ کے موضوع پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

۶ : کور ویدوف، ولادیمیر - قانون اور مذہب، سوویت مملکت اور چرچ، سوویت سوسائٹی میں مذہب اور چرچ نامی کتابوں کے مصنف ہیں نیز یائس ایس آر کونسل آف منسٹرز کے تحت کونسل برائے مذہبی امور کے چیئرمین بھی ہیں۔

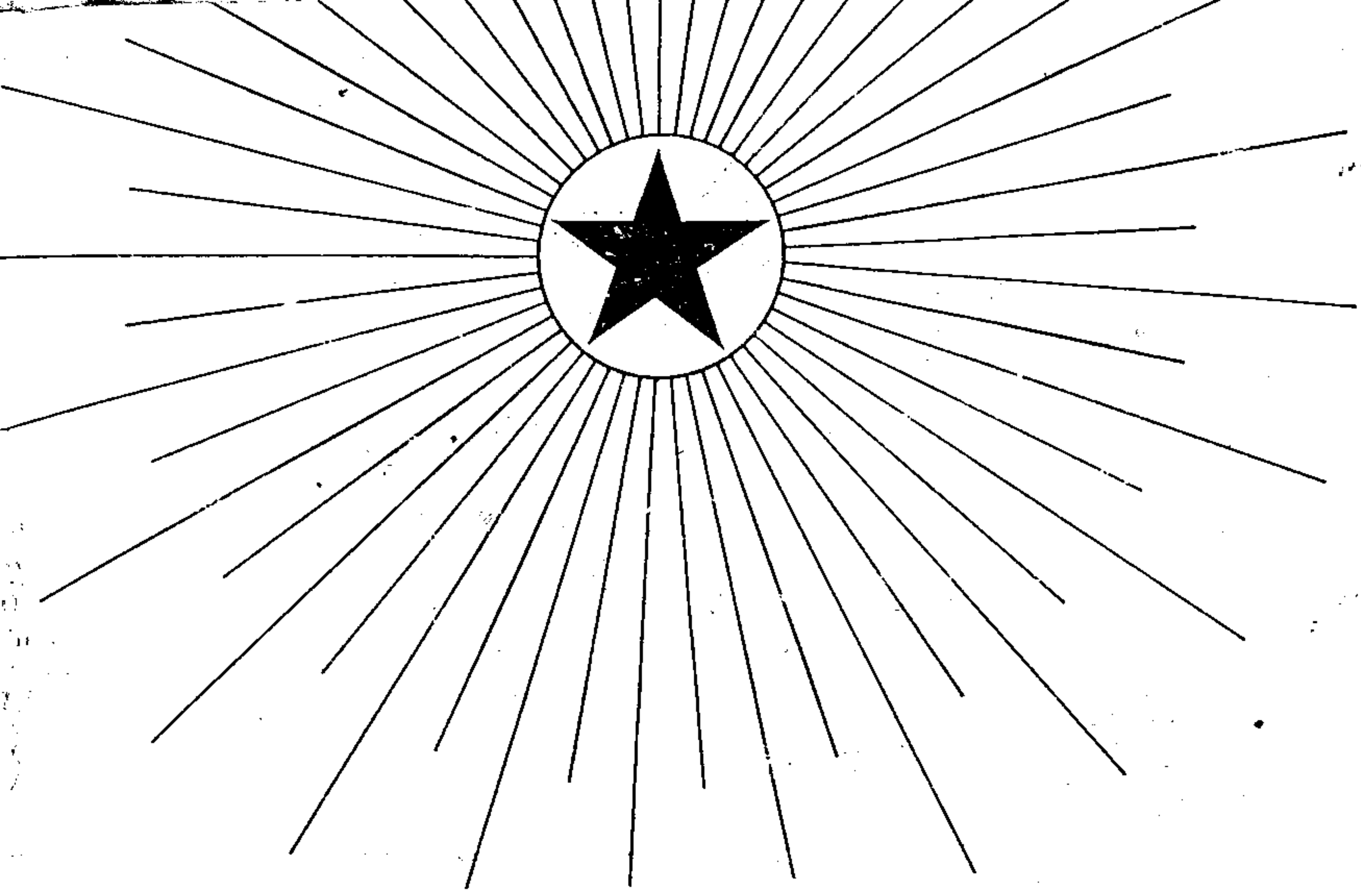
۷ : میلو ویدوف، ولادیمیر - کینڈیڈیٹ آف سائنس (تاریخ) انسٹیٹیوٹ آف سائنٹیفک ایٹی ازم میں سینئر ریسرچر، عقیدہ قدیم، ماضی و حال، عقیدہ قدیم موجودہ دور میں، عقیدہ قدیم اور سماجی ترقی، اور دیگر مضامین کے مصنف ہیں۔

۸ : نوف جیکوف، میخائل - ڈی ایس سی فلسفہ، پروفیسر، ماسکو یونیورسٹی میں شعبہ فلسفہ کے چیئرمین نیز جدید آر تھوڈوکس دینیات کا بحران، آر تھوڈوکس جدیدیت کی ناکامی (۲۰ ویں صدی کی دینیات کا تنقیدی جائزہ)، معاشرے کی دانشورانہ زندگی میں سیکولرازم اور دوسرے مضامین کے مصنف ہیں۔

۹ : اور لوف، سرگئی - کینڈیڈیٹ آف سائنس - ماسکو یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں سینئر لیکچرر - مذہبی مطالعہ پر مبنی چند کتابوں کے مصنف ہیں۔

۱۰ : زولٹس، ولادیمیر - ڈی ایس سی فلسفہ، انسٹیٹیوٹ آف سائنٹیفک ایٹی ازم (کیو) کی بین الجہوریاتی شاخ کے ڈپٹی ڈائریکٹر - بے بنیاد دعوے (دانشورانہ تمدن کے مسائل کی آر تھوڈوکس لحاظ سے تشریح پر تنقیدی مضامین)، دانشورانہ تمدن اور سیکولر تعلیم تمدن، مذہب، سیکولرازم نامی مضامین کے مصنف ہیں۔





روزگار در دست خداست

و آنچه در آن است

